بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۱ ماہ مئی ۲۰۱۳ء مطابق جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ شمارہ نمبر ۵

مدیر

خلیل الرحمان سجاد نعمانی

E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	۲۱
۳	میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کی بات کو سمجھنے کی ضرورت	حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی	۲۶
۴	"حیات نعمانی" میری نظر میں	مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی	۴۵

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ
بصیغۂ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے ـــ منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے ذمہ دار حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب وجوار کے حضرات ان سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹرا)	مفتی حسنین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹرا)	قاسمی بک ڈپو	+91-9960070028
	ہدیٰ بک ڈپو	+91-9326401086
	الطاف بک ڈپو	+91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اترپردیش)	مکتبہ کاصر	+91-9451846364
۶۔ جالنا (مہاراشٹرا)	محمد اظہر	+91-9225715159

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زرِ تعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی -/Rs.200

☆ سالانہ زرِ تعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی ۱) عمومی -/Rs.230

۱ اِس صورت میں پہلے سے زرِ تعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے،
مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ۔ -/40 ڈالر

لائف ممبر شپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ۔ -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ :
Mr. RAZIUR RAHMAN
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۱۱۴/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن۔۲۲۶۰۱۸۔ یوپی، انڈیا۔ فون نمبر: Ph:0522-4079758

Monthly ALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA

e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک

اتوار کو آفس بند رہتا ہے۔۔۔۔۔

خلیل الرحمن سجاد کے لیے پرنٹر پبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱/۱۱۴ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

مدیر

الفرقان کے ایک قدردان نے حال ہی میں راقم کے نام اپنے ایک خط میں لکھا ہے:

اس خط کے ذریعہ پہلے تو آنجناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے فروری ۲۰۱۳ء میں منعقد ہونے والے دارالعلوم دیوبند کے تحفظ سنت اجلاس کی تجاویز واعلامیہ الفرقان میں شائع فرما کر ہمیں ایک اہم آگاہی عطا فرمائی، اسی کے ساتھ ایک گذارش یہ ہے کہ جیسا کہ آنجناب نے اپنے اداریے میں یہ جو فرمایا تھا کہ ماضی میں سعودی حکومت کو بعض سنگین غلطیوں سے بچانے کا کام اکابرینِ دارالعلوم کر چکے ہیں، اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اس جملے کا کیا تاریخی پس منظر ہے، وہ کون سی کوششیں ہیں جو اکابرینِ دارالعلوم کی طرف سے سعودی حکومت کو سنگین غلطیوں سے بچانے کے لئے کی گئی تھیں، اگر جناب والا اس اجمال کی تفصیل کسی قریبی شمارے میں شائع فرمائیں تو نئی نسل کے لئے یہ تحریر ایک اہم تاریخی اہمیت کی حامل ہوگی۔

تحفظ سنت اجلاس میں کی گئی حضرت والا کی تقریر کا دوسرا جز یعنی مساجد میں علمائے کرام کے درس قرآن وحدیث کے حلقے قائم کرنا اور اس راہ میں حائل اپنوں کی طرف سے پیدا کردہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے دارالعلوم کے ذمہ داروں کا مرکز نظام الدین کے ذمہ داروں سے گفتگو کرنے کی تجویز بھی بہت اہم اور اپنے نتائج کے اعتبار سے بہت دوررس ہے، بلکہ اس وقت کا ایک اہم دینی کام ہے، اس لئے کہ غیر مقلدین حضرات کا ٹارگیٹ بے دین وبے نمازی طبقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ طبقہ جو دعوت وتبلیغ کی محنت سے یا کسی اور دوسری اصلاحی کوشش سے نمازی بن گیا ہے وہی عام طور پر اُن کے نشانہ پر ہے، صورت حال یہ ہے کہ مساجد میں سوائے مخصوص تبلیغی اعمال کے ہر قسم کا دینی کام ''فتنہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، پھر وہ چاہے درس قرآن کا حلقہ ہو یا عمومی اصلاحی وروحانی مجالس ہوں —— اگر اس خط کے ایک طویل مضمون کی شکل میں بدل جانے کا ڈر نہ ہوتا تو اس بارے میں بہت کچھ عرض کرتا، لیکن تفصیل سے گریز کرتے ہوئے بس اتنا عرض

ہے کہ دارالعلوم کے ذمہ دار جس طرح غیروں کے سلسلہ میں حق گوئی وبیبا کی کا اہم دینی فریضہ انجام دیتے رہے ہیں مجھے امید ہے کہ اپنوں کے بارے میں بھی اسی حق گوئی وبیبا کی کا کردار ادا کیا جائے گا۔

اور یہ بات طے ہے کہ آج بھی جماعتِ تبلیغ سے جڑے افراد کے اندر مرکز نظام الدین سے چلی بات کو ماننے کا اور ہدایات پر عمل کرنے کا اجتماعی مزاج موجود ہے۔قبل اس کے کہ یہ مزاج کمزور پڑے ذمہ داران دارالعلوم کو ایک عظیم انتشار سے امت اسلامیہ کو بچانے کے لئے عملی اقدام کرنا ہوگا،يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ ۔مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا"

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا فاضل مکتوب نگار نے یہ فرمائش کی ہے کہ راقم الحروف نے دارالعلوم دیوبند کے اجلاس میں اپنی معروضات میں یہ جوعرض کیا تھا کہ ''دارالعلوم دیوبند ماضی میں بھی سعودی حکومت کو بعض سنگین غلطیوں سے بچانے کا کام کر چکا ہے''،اس اجمال کی کچھ تفصیل تحریر کردی جائے ،یہی فرمائش مختلف حضرات نے بذریعہ فون بھی کی ، چنانچہ ذیل میں اسی موضوع پر کچھ عرض کرنے کے ارادے سے قلم اٹھایا ہے

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

الفرقان: جنوری ۱۹۸۱ء میں والد ماجد حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس کا عنوان تھا:''حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی سوانح علمی کا ایک ورق، مکہ مکرمہ کی تاریخی موتمر ۱۳۴۴ھ میں خطابات اور علمی افادات''۔اس مضمون کا آغاز اس طرح ہوا تھا:

''راقم سطور دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم کی حیثیت سے شوال ۱۳۴۳ھ میں داخل ہوا تھا، اس سے چند ہی مہینے پہلے نجد کے سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے اس وقت کے والیٔ حجاز شریف حسین[۱] کو شکست دے کر حرمین شریفین اور پورے حجاز مقدس پر اقتدار حاصل کرلیا تھا اور اپنے مسلک کے مطابق کچھ شرعی منکرات کو ختم کرنے کے لئے سخت اقدامات کئے

---

[۱] یہ شریف حسین سلطنت عثمانیہ (ترکی) کی طرف سے حجاز کے گورنر تھے،پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کی سازش سے غداری اور بغاوت کر کے حجاز مقدس کے فرمانروا بن گئے تھے۔(الفرقان)

تھے، اس سلسلہ میں مکہ معظّمہ کے قبرستان ''جنۃ المعلی'' اور مدینہ منورہ کی جنۃ البقیع میں امہات المؤمنین، اہل بیت اور بعض صحابۂ کرام کی قبروں پر بنے ہوئے قبے بھی گرا کے ختم کردئے تھے ،جس کی وجہ سے مختلف ملکوں کے مسلمانوں کے بعض طبقات میں سلطان اور اُن کی حکومت کے خلاف سخت ناراضی اور ہیجان کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی، اور ہمارے ملک ہندوستان میں تو شیعہ حضرات اور قبوری اہل بدعت کا ایک متحدہ محاذ قائم ہوگیا تھا، اور زور وشور سے یہ تحریک اور جدوجہد بھی اس کی طرف سے شروع ہوگئی تھی کہ جب تک حرمین شریفین پر ان نجدی وہابیوں کا قبضہ ہے مسلمان حج کو نہ جائیں، بعض اخبارات اس تحریک کے گویا آرگن تھے، اُن کے مضامین ومقالات کے علاوہ اس موضوع پر مستقل رسالے بھی لکھے گئے تھے۔

ان حالات اور اس فضا میں سلطان عبدالعزیز بن سعود نے ۱۳۴۴ھ کے حج کے موقع پر ایک مؤتمر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور مختلف ممالک کے مشاہیر علماء وزعماء اور اہم دینی جماعتوں کو اس کے لئے دعوت دی، وہ چاہتے تھے کہ عالم اسلام کے ان نمائندوں کے سامنے اپنے مسلک وموقف کی اور اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کریں اور ان کے مشوروں سے فائدہ بھی اٹھائیں —— ہندوستان میں اُس وقت مسلمانوں کی دوہی اہم جماعتیں تھیں ،ایک ''مرکزی خلافت کمیٹی (بمبئی)'' دوسری ''جمعیۃ علمائے ہند (دہلی)'' شاہ ابن سعود کی طرف سے ان دونوں کو بھی دعوت دی گئی تھی اور دونوں کے وفود نے شرکت کی۔ خلافت کمیٹی کے وفد کے سربراہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی تھے ،ان کے علاوہ اس وفد میں مولانا محمد علی ،مولانا شوکت علی بھی تھے، جمعیۃ کے وفد کے سربراہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ تھے، اس وفد میں ان کے علاوہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ،مولانا احمد سعید صاحب اور مولانا عبدالحلیم صدیقی بھی تھے۔

اس سفر سے واپسی میں حضرت مولانا عثمانی مریض ہوگئے تھے، راقم سطور اُس وقت دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا، اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا جب دیوبند پہنچے تو بیماری کے اثر سے بہت ہی نحیف ونزار تھے، کچھ دن کے بعد جب اس لائق ہوگئے کہ تقریر فرماسکیں تو ایک روز اس سفر اور موتمر کے کوائف ومباحث سے متعلق دارالعلوم میں تقریر فرمائی، جس کے کچھ اجزاء اس عاجز کو اب تک یاد ہیں، جی چاہتا تھا کہ وہ باتیں اور علمی تحقیقات کہیں محفوظ ومنضبط ہوتیں جو حضرت مولانا نے اس تقریر میں بیان فرمائی تھیں، لیکن بظاہر اس کا کوئی

امکان نہ تھا، اس لئے دل کی یہ چاہت حسرت ہی بن کے رہ گئی تھی۔

حسن اتفاق سے دارالعلوم دیوبند کے اپنے ایک رفیق درس مولانا انوارالحسن شیرکوٹی[۱] (ثم پاکستانی) کی لکھی ہوئی حضرت مولانا کی سوانح حیات ''تجلیات عثمانی'' مطالعہ میں آئی ،اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے حجاز پاک کے اس سفر میں، جو موتمر میں شرکت کے لئے کیا گیا تھا، ڈائری لکھنے کا اہتمام فرمایا تھا اور خود مولانا کے قلم سے لکھی ہوئی وہ ڈائری ان کے برادر حقیقی بابو فضل حق عثمانی صاحب کے پاس محفوظ تھی، وہ انھوں نے مولانا انوارالحسن صاحب کو عنایت فرمادی تھی، تاکہ تجلیات عثمانی کی تالیف میں وہ اس سے استفادہ کرسکیں، اس ڈائری میں حضرت مولانا نے سلطان ابن سعود کی مجالس اور موتمر کے اجلاسوں میں کی گئی اپنی تقریروں کے بنیادی مضامین خاص طور سے قلم بند فرمائے ہیں ——— مولانا شیرکوٹی نے اس کے وہ تمام حصے تجلیات عثمانی میں محفوظ کردئے ہیں جن کا حق تھا کہ وہ محفوظ ہوں اور اہل علم تک پہنچیں۔

آگے چل کر اس مضمون میں حضرت والد ماجدؒ نے اس ڈائری کے مذکورہ موضوع سے متعلقہ اقتباسات نقل کئے ہیں، یہاں آپ ان کے کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیں:

سلطان ابن سعود سے پہلی ملاقات اور گفتگو

حضرت مولانا عثمانی فرمانروائے مملکت سعودیہ سے پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''۱۴ر[۲] ذی الحجہ کو سید رشید رضا مصری[۳] ہمارے یہاں بغرض ملاقات آئے.. (اور) ساڑھے تین بجے عربی ٹائم سے دونوں وفدوں کو موٹروں پر سوار کرکے امیر ابن سعود کے پاس

۱؎ مولانا انوارالحسن شیرکوٹی (مرحوم) نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے کچھ امتحانات دیگر اسکولوں کالجوں میں تدریس کی لائن اختیار کرلی تھی، جس زمانے میں انھوں نے ''تجلیات عثمانی'' لکھی وہ اسلامیہ کالج لائل پور (پاکستان) میں پروفیسر تھے۔ اب سے ۲-۳ ہی سال پہلے وہیں انتقال فرمایا (اللّٰھم اغفر له وارحمه) ''تجلیات عثمانی'' الفرقان سائز کے سات سو سے زیادہ صفحات پر ہے۔ (نعمانی)

۲؎ راقم سطور کو شبہ ہے کہ تاریخ ۱۴ر ذیم الحجہ غالباً کتابت کی غلطی سے لکھی گئی ہے، خود ڈائری کے آگے کے اجزء سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ ملاقات ماہ ذی الحجہ شروع ہونے سے پہلے ہوئی تھی۔ واللہ اعلم (نعمانی)

۳؎ یہ سید رشید رضا مرحوم مصر کے مشہور وممتاز صاحب علم وقلم اور اس دور کے موقر جریدہ المنار کے اڈیٹر تھے، سلطان ابن سعود کے معتمد اور ان کے اور ان کی حکومت کے خاص موئیدین میں تھے۔ (نعمانی)

لے گئے، امیر کے نمائندوں نے دروازہ پر استقبال کیا، امیر ابن سعود نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور دعائیہ کلمات کہتے رہے، پھر رسمی الفاظ شکریہ وغیرہ کے کہے، پھر سید سلیمان صاحب نے تقریر کی، جس میں زیادہ تر زور اس پر تھا کہ ہم عرب سے اجانب واغیار کا اثر ہٹانا چاہتے ہیں، درمیان میں شوکت علی ومحمد علی صاحبان کی کچھ ترجمانی کرتے رہے.....، بعدہ مولوی عبدالحلیم صدیقی نے کچھ تقریر کی، بعدہ بندہ نے ایک مبسوط تقریر کی، جس میں ان کے مکارم اخلاق اور اکرام ضیف (مہمان نوازی) کو بیان کرکے اپنی جماعت دیوبند اور اپنے مسلک اور مشغلہ کی پوری بصیرت کے ساتھ تصریح کرکے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر زور دیا، اور اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ہر چیز ہے، اور یہ کتاب وسنت کا استعمال اور سنن کے مظان ومحال (مواقع) رائے واجتہاد کی محتاج ہے ——— ایک طرف زینب سے نکاح ہے دوسری طرف ''لولا حدثان قومک بالجاهلية......الحدیث'' ایک طرف ''جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم (کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان سے سختی کیجئے) دوسری طرف ''فبما رحمة من الله لنت لهم ''(اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لئے نرم ہوگئے) اور قصہ جنازہ عبداللہ بن ابیؓ کا ہے ——— تو تغلیظ اور لین (سختی اور نرمی) کے محال (مواقع) سمجھنے میں غلطی ہوجاتی ہے ——— اختلاف بہت سے ہیں، اختلاف بین الایمان والکفر، اختلاف بین النفاق والاخلاص، اختلاف بین السنۃ والبدعۃ، اختلاف بین الطاعۃ والمعصیۃ ——— اختلاف بین فروع الاحکام، وھذا ھوالذی ھو رحمۃ للامۃ'' ——— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہر صنف کے ساتھ جداگانہ تھا، باوجودیکہ **واغلظ عليهم** کے آپ مخاطب تھے لیکن ''**خشية أن يقول الناس أن محمدًا يقتل أصحابه**'' بھی موجود ہے۔

اختلاف فروع مثلاً رفع یدین، قراءت فاتحہ، تامین بالجہر، صحابہ، تابعین، خیر القرون اور ائمۂ مجتہدین میں رہا، ہم ان چیزوں میں رواداری برتتے ہیں.....

بعدہ امیر (ابن سعود) نے تقریر کی، جس میں یہ تھا کہ اختلافِ فروع اور ائمۂ اربعہ کے اختلافات میں ہم شدت نہیں کرتے، لیکن اصل توحید جس کی دعوت تمام انبیاءؑ دیتے چلے آئے، اور تمسک بالکتاب والسنۃ سے کوئی چیز ہم کو الگ نہیں کرسکتی، خواہ دنیا راضی ہو یا ناراض، یہود ونصاریٰ مشرکین کو ہم کیوں کافر کہتے ہیں کہ وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں، لیکن یہ بھی کہتے ہیں

کہ ''مانعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفی'' اور ''اناوجدنا آبائنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون'' —— غرض اشارے کئے عبّادِ قبور (قبر پرستوں) کی طرف۔

اس پر میں نے بھی تقریر کی اور کہا:

کوئی شبہہ نہیں کہ حضرت آدمؑ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب نے توحید کی تعلیم دی، شرک کو روکا، ''ان لاتعبدوا الا ایاہ'' کہا، جس سے مراد توحیدِ عبادت ہے، لیکن کلام عبادت کے معنی میں ہے،، مثلاً ہر سجودٌ غیر اللہ ضروری نہیں کہ عبادت غیر اللہ کے تحت میں آئے...... یہ جداگانہ چیز ہے، لیکن اگر (ہر سجود) سجودِ صنم اور سجود صلیب کی طرح شرک جلی واکبر تھا، اور عبادت غیر اللہ (تو) ازلاً وابداً کسی امت اور کسی نبی کے لئے ایک لمحہ کے لئے جائز نہیں ہوسکتا، حالانکہ وہ منصوص ہے، بعض مفسرین اس کو انحنا کے معنی میں لیتے ہیں اور بہت سے وضع جبھہ علی الارض کے۔ باوجودیکہ کسی ایک عالم کو بھی یہ خیال نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں شرک مباح تھا.....

سجودِ صنم وصلیب صرف سجودٌ غیر اللہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شعائرِ خاصہ اقوام کفار ہونے کی وجہ سے ''کفر'' قرار دئے گئے ہیں —— آپ ساجدِ قبر کو تادیب وتعزیر کریں (سزا دیں) لیکن آپ ان کے دم اور مال کو عبادِ اصنام (بت پرستوں) کی طرح مباح نہیں کرسکتے —— جس شخص کے ہاتھ میں خدا نے زمام حکومت دی ہے خصوصاً اس بقعہ مبارکہ کی اس کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ہماری معروضات پر غور کیا جائے گا اور مزید گذارش کے واسطے بھی جب آپ موقع دیں گے حاضر ہیں۔

(خودنوشت ڈائری مولانا عثمانی، صفحہ ۱۰ تا ۲۳، تجلیات عثمانی صفحہ ۳۶۹ تا ۳۷۱)

اس کے آگے تجلیات عثمانی میں سلطان ابن سعود سے ایک اور ملاقات کا ذکر ہے اور اس میں حضرت مولانا کی ایک مختصر تقریر ڈائری سے نقل کی گئی ہے، لکھا ہے کہ ۲۵ / ذیقعدہ کو سلطان نے جمعیۃ کے وفد کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا، اس موقع پر بھی حضرت مولانا نے تقریر فرمائی، جس کا حاصل اور خلاصہ ڈائری میں ان الفاظ میں درج کیا گیا ہے:

''آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے (یعنی مکہ مکرمہ اور حجاز مقدس پر اقتدار حاصل کرنے سے پہلے) آپ کی نسبت یعنی شعب نجدیین کے متعلق ہندوستان میں بہت سے خیالات تھے، اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں اور بعض تفردات وغیرہ میں ان پر انتقاد بھی کرتے رہے ہیں، لیکن

خاص طائفہ نجدیہ کا حال ہم کو محقق نہ تھا، چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں، الھدیة السنیة[1] اور ''مجموعة التوحید'' ان کے مطالعہ سے بہت چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہو رہی تھیں ان کا افترا ہونا ثابت ہوا، پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا، بعض میں قریب قریب لفظی کے ہیں، ہاں! سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر پر سجدہ کرتے ہیں یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں، ہم ان امور کو بدعت اور منکر سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں، لیکن عباد الاوثان (بت پرستوں) یہود و نصاری کی طرح مباح الدم والمال نہیں سمجھتے، جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلاً کر چکا ہوں اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ بن بلیہد وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔　　(ڈائری صفحہ ۳۵ (تجلیات عثمانی صفحہ ۳۷۴)

ہدمِ قِباب کا مسئلہ اور آثار متبرکہ کی شرعی حیثیت

ہم بناء علی القبر (قبروں [2] پر قبے وغیرہ بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں، ہم نے فتوے دیئے ہیں، بحثیں کی ہیں، لیکن ہدمِ قباب (قبوں کے منہدم کرنے) میں ضرورت تھی کہ تأنی (آہستہ روی) اور حکمت سے کام لیا جاتا، جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کو (جب کہ وہ ولید کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے) حکم دیا کہ حجرات ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدم کر کے مسجد (نبوی) کی توسیع کریں، تو انھوں نے ہدم کا حکم دیا، حتی کہ تینوں قبریں (جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں تھیں) کھل گئیں، اس وقت عمر بن عبدالعزیز اس قدر روئے تھے کہ کبھی اس قدر روتے ہوئے نہ دیکھے گئے، حالانکہ خود ہی ہدم کا حکم دیا تھا، پھر نہ صرف قبر نبی علیہ السلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بناء کرائی۔[3]

میری غرض اس وقت تجویز بناء (یعنی قبروں پر قبوں وغیرہ کی تعمیر کو جائز قرار دینا) نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ قبور اعاظم و اکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جسکو قلوب میں ایک تاثیر

---

[1] یہ دونوں کتابیں سلطان بن سعود نے حجاز مقدس پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد مصر سے چھپوا کر شائع کی تھی، ان میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ہم مشرب علماء کے متعدد رسائل شامل ہیں (نعمانی)۔ [2] اس طرح قوسین کے درمیان ڈائری کے الفاظ کی وضاحت کے لئے جابجا جو کچھ لکھا گیا ہے وہ زیادہ تر تجلیات عثمانی کے مصنف کی طرف سے ہے، کہیں کہیں مدیر الفرقان (حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ) نے بھی اس طرح کی وضاحت قوسین کے درمیان کی ہے۔ [3] یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جو حجرہ منہدم کرا دیا تھا اس کی جگہ پھر سے تعمیر کرائی۔

اور دخل ہے۔ مقابر (قبروں) کے معاملہ میں میں زائد نہیں کہنا چاہتا، شیخ (مفتی) کفایت اللہ مجھ سے پہلے کہہ چکے ہیں، (البتہ) آثر (متبرک مقامات) کے متعلق میں کہوں گا کہ حدیث اسراء میں (واقعہ معراج کی روایت میں) حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) جبرئیل نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے والیه المهاجرة (اس کی طرف ہجرت ہوگی)۔ یہ طور سیناء ہے، **حیث کلّم الله موسی تکلیما** (جہاں حق تعالی نے موسیٰ سے کلام فرمایا تھا) یہ مدین ہے، **حیث ورد موسی ومکن شعیب** (جہاں موسیٰ پہنچے تھے اور شعیبؑ کا جو مسکن تھا) اور یہ بیت اللحم ہے **حیث ولد المسیح علیہ السلام** (جہاں حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے تھے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالی نے موسیٰ سے کلام کیا تھا، تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں جہاں کہ اللہ کا کلام لے کر جبرئیلؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، جب مولد مسیح (حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش) بیت اللحم پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمدیہ مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے، مدین میں حضرت شعیبؑ رہتے تھے اور حضرت موسیٰ کچھ عرصہ ٹھہرے تھے، پھر مسکن خدیجة جہاں حضور ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے ''**أنفس البقاع بعد المسجد الحرام فی مکة**'' (مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام کے بعد سب سے افضل مقام) لکھا ہے، کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل ثور جہاں آپ تین دن مخفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے، یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین میں اصل اصیل ہے —— پھر میں نے قصہ عتبان ابن مالک کا اور حدیبیہ کا ذکر کیا جس میں نخامہ (بلغم) اور ماء وضوء (وضوء کے پانی وغیرہ) کا متبرک ہونا مذکور ہے، پھر عبداللہ بن عمر کی بخاری والی حدیث ذکر کی، پھر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃ الرضوان کو کٹوا ڈالا تھا۔[۱] لیکن یہ صرف مصلحت تھی، قطع ذرائع شرک اور حسم مادۂ شرک کے لئے اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے لیکن دوسری

---

[۱] اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علم میں آیا کہ بعض لوگ وادئ حدیبیہ کے اس درخت کے پاس جا جا کر نمازیں پڑھتے ہیں جس کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام سے واقعہ حدیبیہ میں بیعت لی تھی (جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے) تو حضرت عمرؓ نے اس درخت ہی کو کٹوا دیا کہ خدانخواستہ آئندہ کسی زمانے میں جاہل لوگ اس درخت کی پرستش نہ کرنے لگیں۔ (الفرقان)

طرف آج مسلمانوں کے ائتلافِ قلوب (دلوں کے جوڑنے) کی مصلحت ہے، اوران کوان بلادمقدسہ کی طرف سے اوراس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور (متنفر اور مخالف) ہونے سے بچانا ہے، اورتشتت اور تفرق کو کم کرنا ہے، دونوں مصالح کا موازنہ آپ خود کرسکتے ہیں۔ بہرحال کلام اب اصل مسئلہ میں نہیں بلکہ مصالح کے توازن میں ہے، اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے، آپ بدعات ومنکرات سے لوگوں کو روکیں، نصیحت کریں، تادیب کریں، لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔ وایاکم والغلوفی الدین ،فان الغلوفی الدین قدأهلک من کان قبلکم أو کماقال۔ وقال اللہ تعالی :یاأهل الکتاب لاتغلوا فی دینکم ولاتقولوا علی اللہ الاالحق فیسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا وکونوا عباداللہ اخوانا۔[1] (ڈائری ص ۱۴۱ تا ۱۵۰ (تجلیات عثمانی ص ۳۷۵ تا ۳۷۷)

غلاف کعبہ کے بارے میں بحث

حضرت مولانا عثمانیؒ نے موتمر کی کارروائی کے سلسلہ میں غلاف کعبہ سے متعلق ایک بحث کا بھی ذکر کیا ہے، یہ بحث موتمر کی ایک کمیٹی ''لجنۃ الاقتراحات''[2] میں ہوئی تھی، ڈائری میں مولانا تحریر فرماتے ہیں: ۴؍ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ، ۱۹۲۶ء کو لجنۃ الاقتراحات میں کسوہ کعبہ (غلاف کعبہ) کا مسئلہ کسی صاحب کی طرف سے پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے، اس کے مصارف گھٹا کر دوسرے وجوہ خیر میں صرف کئے جائیں، حریر وذہب (ریشم اور سونا) وغیرہ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے، اس پر (مولانا) محمد علی (جوہر) نے اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔

پھر میں نے کہا کہ اس میں علماء نے بہت کچھ کلام کیا ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دوورق کے قریب اس پر لکھے ہیں، تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر کسوہ (غلاف) کس

---

[1] تقریر کا یہ آخری حصہ جو عربی میں ہے یہ حدیث نبوی اور قرآن پاک کے اقتباسات پر مشتمل ہے، اس کا حاصل ترجمہ یہ ہے: لوگو! دین کے معاملہ میں غلو اور بیجا شدت سے بچو، اس چیز نے اگلی امتوں کو تباہ کیا اور بہت نقصان پہنچایا۔ (یہ حدیث نبوی کا مضمون ہے) اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں غلو نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے بس وہی بات کہو جو حق ہے، لہٰذا بندگان خدا کے لئے آپ آسان اور سہولت کا رویہ اختیار کریں، تنگی اور شدت نہ برتیں، ان سے اچھی، خوش کن باتیں کرکے قریب ومانوس کریں، ان کو دور اور متنفر نہ کریں اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہوکر رہیں۔ (الفرقان)

[2] ''لجنۃ الاقتراحات'' موتمر کے لئے تجاویز تیار کرنے والی کمیٹی۔

نے ڈالا اور کس چیز کا ڈالا گیا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولا دیباج وحریر کا کسوہ (غلاف) حضرت عباس بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں دیباج وحریر کا غلاف تھا، پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے، علماء نے کسی وقت منع نہیں کیا، بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علماء نے دعائیں دیں۔ کمافی الفتح

کعبہ کا حکم دوسرے تمام بیوت اور مساجد سے مستثنی ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے، اس کو بدعت یا منکر قرار دینا صحیح نہیں۔ (ڈائری ص ۵۸۔۶۱ (تجلیات عثمانی ص ۳۷۹)

۵/ذی الحجہ کو لجنۃ الاقتراحات میں بڑی ردوکد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی، اس کی مخالفت میں رئیس وفد روسیا (روسی وفد کے سربراہ) نے طویل تقریر کی، اس میں زیادہ زور اس پر تھا کہ اس ریزولیوشن کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور موتمر کے حق میں برا ہوگا، یہ اعلان کرکے تمام دُوَل اجنبیہ (غیر اسلامی سلطنتوں) کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے، ہم کو حکمت اور تدبیر کے ساتھ قدم اٹھانا چاہئے، ایسا کام نہ کریں جس سے حجاز کی یہ نئی حکومت جو چنداں قوی نہیں ہے، فنا ہوجائے، وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی کو انکار نہیں، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس اعلان کا موقع بھی ہے؟ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ یورپ موتمر اور اس نئی حکومت کی طرف تاک رہا ہے، ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں، باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے دلوں اور سینوں میں ہے، دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا، کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے؟

تطہیر جزیرۃ العرب کے مسئلہ سے متعلق حضرت مولانا عثمانیؒ کی تقریر

میں نے کہا کہ وصیت کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں، صحیح احادیث میں مذکور ہے اور مقترح (تجویز پیش کرنے والے صاحب) نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح (تجویز و ریزولیوشن) کی بنیاد رکھی ہے، آپ سب اس کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرتے ہیں، اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے، لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے، وہ اپنے کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے، نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسی

چیز اور ایسا عذر پیش کرتے ہیں جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی ، نہ غالباوہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہوگی ، ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو وصیتیں ہیں ، جو اس دنیوی حیات کے آخری لمحات میں

آپ نے صاف صاف فرمائی ہیں ، ایک ''أخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب'' یہود ونصاری کو جزیرۃ العرب میں نہ رہنے دیا جائے ، دوسری وصیت ''لعن اللہ الیھود والنصاری، اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذرھم ماصنعوا (یعنی یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا) یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں ، فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغۂ امر ہے ، اور دوسری تحذیر (یعنی تنبیہ اور دھمکی) کے پیرایہ میں ہے ۔ اب آپ دیکھیں کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے نفاذ اور اجراء میں جو قبور کے متعلق تھیں کس قدر اہتمام اور مسارعت (تیز رفتاری) سے کام لیا ، نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا ، نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا ، نہ علماء وفضلاء سے مبادلۂ خیالات کی ضرورت سمجھی ، نہ اس کی قطعاً پرواہ کی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجا یا بیجا طور پر کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا ، کتنی بڑی تعداد مسلمانوں کی اس عمل سے متوحش اور نفور ہوگی ، حکومت نے کہا کہ ہم کتاب وسنت سے تمسک کرتے ہیں ، جب سنت صحیحہ ہمارے سامنے ہے پھر ہم کو کسی کا کوئی خوف نہیں ، دنیا راضی ہو یا ناراض ، کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ، ہم کو کچھ سروکار نہیں ، کائنا ما کان ، خواہ انجام کچھ بھی ہو ، ایسی حکومت جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پرواہ نہیں کی ، میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پرواہ کرے گی ، ہم حکومت کی طرف اس خوف کو (کیوں) منسوب کرتے ہیں جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی ۔

میری غرض یہ ہے کہ موتمر کو یا حکومت حجاز کو جب کہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ، ہر ہر کام میں تانی (آہستہ روی) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے ، ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کردیں ، میرے نزدیک ریزولیوشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں (ریزولیوشن کے) الفاظ میں توسط اور تعدیل میں مضائقہ نہیں) لیکن اس ریزولیوشن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہوجائے کہ

مسلمانانِ عالم باوجود اپنے غایت تفرق وتشتت احوال کے اور باوجود سخت اختلاف اجیال واقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتی ہیں ، اور ''وہ جزیرۃ العرب خصوصا حجاز کی حفاظت و صیانت ہے''، یہ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم ومحکوم ،ضعیف وقوی ، مستقل اور غیر مستقل آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جو ان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ (اس) حکومت حجازیہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنون واوہام میں مبتلا ہیں، جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں، (یعنی انگریزوں سے تعلقات رکھنے کی نسبت افواہیں ہیں)اس ریزولیوشن سے مسلمانوں کے قلوب حکومت حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور ان کو شفاء الصدور حاصل ہوگی۔

صلح حدیبیہ کی سنت (اس کے سلسلہ میں حضور کے طرز عمل) کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس کو میں مانتا ہوں ،لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا، اور جب کہ صرف معدودے چند نفوس آپ کے ساتھ تھے ،اسی بلد اللہ الحرام (مکہ معظّمہ) میں جہاں ہم اور آپ مجتمع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں نے اعلان حق اور دعوت الٰہیہ سے روکنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر وہ لوگ آسمان سے اتر کر سورج کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھ دیں تب بھی محمد اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے جس کے لئے اسکے پروردگار نے اسے بھیجا ہے —— پس میں کہتا ہوں کہ مقترح (ریزولیوشن پیش کرنے والے صاحب) کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے، پہلے جز میں اعلان حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پرواہ نہیں کہ کون اس سے خوش اور کون ناخوش ہوگا، اور تجویز کے دوسرے جز میں سنت حدیبیہ کی رعایت ہے کہ کوئی اعلان جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سِلمی صُلحی اور حیادی (پرسکون) رکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری کوشش ہے ،**ھذا ما کنت ارید التکلم به والامر بید اللہ سبحانه وتعالی** (یعنی یہ وہ ہے جو میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا، میں نے پیش کر دیا اور فیصلہ تو اللہ سبحانہ وتعالی ہی کے ہاتھ میں ہے۔)

(خودنوشت ڈائری ص ۱۴۱ تا ۱۵۰ (تجلیات عثمانی) ص ۳۸۰ تا ۳۸۷)

گذشتہ صفحات میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ کی ڈائری سے جو اقتباسات پیش کئے گئے، اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ:

- غالباً غیر منقسم ہندوستان کے مسلمانوں اور ان کے مختلف مذہبی و علمی حلقوں کی فکرمندی اور اضطراب کا ہی یہ اثر تھا کہ سعودی خاندان کے پہلے فرمانروا اور مملکت سعودیہ کے بانی ملک عبدالعزیز کو سرزمین حجاز پر اقتدار قائم کرنے کے چند ماہ کے اندر اندر ۱۳۴۴ھ حج کے موقع پر ایک مشاورتی اجلاس منعقد کرنا پڑا، تاکہ ''عالم اسلام کے نمائندوں کے سامنے اپنے مسلک و موقف کی اور اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کریں، اور ان کے مشوروں سے فائدہ بھی اٹھائیں'' ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندگی خلافت کمیٹی بمبئی اور جمعیۃ علمائے ہند کے وفود نے کی، خلافت کمیٹی کے ارکان علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی تھے، اور جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے نمائندگی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا احمد سعید صاحب اور مولانا عبدالحلیم صدیقی نے کی۔

- اس موتمر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے جن مسائل پر علمائے دیوبند کے مسلک و موقف کی وضاحت کی ڈائری کے مذکورہ بالا اقتباسات سے وہ قدرے تفصیل کے ساتھ، اور دیگر علمائے ہند نے جن مسائل پر جو اظہار خیال کیا وہ مختصراً معلوم ہوجاتا ہے، اور وہ اس لائق ہے کہ از سر نو اس کو پیش نظر رکھ کر موجودہ حالات کے تناظر میں کوئی لائحۂ عمل اجتماعی غور و فکر کے بعد، اور خالص علمی و مثبت انداز میں طے کیا جائے —— ذیل میں ہم ان مسائل کا اور ان پر پیش کردہ موقف کا خلاصہ عام فہم انداز میں پیش کرتے ہیں۔

- ملک عبدالعزیز کے سامنے اپنی پہلی گفتگو میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلک دیوبند کی تفصیلی اور مدلل وضاحت کی، جس میں خاص طور پر اس پہلو پر زور دیا گیا کہ بالیقین مسلک دیوبند کتاب اللہ اور اسوۂ نبوی کے اتباع ہی پر قائم ہے، اور چونکہ کتاب و سنت کے نصوص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں جو ظاہری نظر میں باہم متضاد اور ان کے تقاضے مختلف ہیں، اس لئے ایسے مواقع پر اجتہاد اور غور و فکر سے یہ متعین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان

میں سے کس نص کے تقاضے اور اسوۂ حسنہ کے کس پہلو پر کہاں عمل کیا جائے گا، مثلاً قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا ہے: ''یاایھاالنبی جاھدالکفارو المنافقین واغلظ علیھم ''اس میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کفار کی طرح منافقین کے ساتھ بھی سختی کا معاملہ کریں، ان کے ساتھ نرمی نہ برتیں، مگر دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے: ''فبمارحمۃ من اللہ لنت لھم ''جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے آپ کے دل پر اتارے گئے خاص جذبۂ ترحم ہی کا اثر ہے کہ آپ ان کے حق میں نرم ہیں، اگر آپ ان کے ساتھ سختی اور درشتی کا رویہ اختیار کرتے تو یہ آپ کے قریب نہ آتے، دور بھاگتے، بظاہر دونوں آیتوں کے تقاضے مختلف ہیں،، اور ظاہر ہے کہ یہ بات صرف فقیہانہ اجتہاد اور غور وفکر ہی سے سمجھی جائے گی کہ کس تقاضے پر کہاں عمل ہوگا؟

اسی طرح آپ کی سنت اور آپ کے اسوۂ حسنہ میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ جب بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یہ منافقین مار آستین ہیں ان کو قتل کرادیا جائے تو آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ اسی طرح منافقین کے سب سے بڑے سردار عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ بھی آپ نے پڑھائی۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ بظاہر آپ کے یہ دونوں عمل ''جاھدالکفاروالمنافقین واغلظ علیھم '' کے قرآنی حکم کے خلاف ہیں، البتہ یہ قرآنی خبر ''فبمارحمۃ من اللہ لنت لھم '' کے تقاضے کے مطابق ہیں، لہٰذا ہمارے علماء یہی کہتے ہیں کہ ایسے مواقع پر متعلقہ مسئلہ پر فیصلہ کے لئے بڑے تفقہ، مقاصد شریعت اور منشائے شارع سے واقفیت اور مجتہدانہ نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ (اور یہیں سے علماء کی طرف رجوع کی ضرورت اور مختلف آراء کا امکان یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے)

اسی اصولی بات کی چند اور مثالیں بھی حضرت مولانا عثمانی نے اس گفتگو میں پیش کرکے کتاب وسنت پر عمل کے اس انداز کو پیش کرنے کی نہایت شاندار اور پر از اعتماد عالمانہ کوشش کی جو صحابہ کرام کے عہد سے لے کر آج تک پوری دنیا کے علماء سلف وخلف نے اختیار کیا ہے، اور جسے علمائے دیوبند اور ان کے حلقہ بگوشوں نے بھی نہایت کامیابی واعتدال ورسوخ کے ساتھ اپنایا ہوا ہے۔

اسی سلسلۂ کلام میں حضرت مولانا عثمانی نے اس کی بھی وضاحت کی کہ امت مسلمہ کے فروعی

مسائل میں جو مختلف آراء وترجیحات صحابہ سے لے کر فقہاء تک کے درمیان متداول رہیں، ہم ان سب مسائل اور آراء میں رواداری برتتے ہیں۔

ملک عبدالعزیز کی جوابی تقریر

سعودی فرمانروا نے اپنی جوابی تقریر میں یہ کہتے ہوئے کہ فروعی اختلافات میں تو ہم بھی شدت نہیں کرتے، لیکن عقیدۂ توحید اور کتاب وسنت پر مضبوطی سے جمے رہنے سے کوئی چیز ہمیں الگ نہیں کر سکتی، اس طرف اشارے کئے کہ اسی وجہ سے ہم قبروں پر سجدہ کرنے والوں کو بھی (یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی طرح) کافر کہتے ہیں۔

قارئین کرام توجہ فرمائیں، یہ ایک نہایت نازک موضوع تھا، ایک طرف مسئلہ کی علمی تنقیح کی ضرورت تھی، اور دوسری طرف یہ اندیشہ تھا کہ سعودی فرمانروا علمائے ہند اور بالخصوص علمائے دیوبند کے مسلک کے بارے میں شدید بدگمانی اور غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں، مگر اللہ قرب کے اعلیٰ درجات مرحمت فرمائے حضرت مولانا عثمانی کو کہ انھوں نے مسئلہ کی بھرپور علمی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی شخص قبر یا کسی غیر اللہ کو "سجدۂ عبادت" کرے تو وہ بلاشبہ بت پرستوں ہی کی طرح مشرک وکافر ہے، مگر غور طلب بات یہ ہے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر سجدہ "سجدۂ عبادت" ہی ہو؟ نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ سجدہ کرنے والا تحیہ وتعظیم کی نیت سے سجدہ کر رہا ہو، یقیناً یہ سجدہ زندہ کے سامنے ہو یا مردہ کے سامنے حرام ہے، کبیرہ گناہ ہے، مگر بہرحال اسے سجدۂ عبادت کے برابر کے درجہ کا مشرکانہ عمل نہیں قرار دیا جا سکتا[۱] —— حضرت مولانا عثمانی نے اپنی جماعت کے اس موقف کے لئے استدلال پیش کیا کہ اگر آپ سجدۂ تحیۃ کو بھی شرک جلی ہی قرار دیں گے تو یہ ماننا پڑے گا کہ

۱؎ اس موقع پر حضرت والد ماجد نے تنبیہ کے طور پر یہ وضاحت فرمائی ہے: "ملحوظ رہے حضرت مولانا عثمانی کی اس تقریر کا مقصد قبروں پر سجدہ کرنے والوں کی وکالت اور حمایت نہیں تھا بلکہ مولانا نے اس پر زور دیا ہے کہ سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیہ کے فرق کو سمجھا جائے اور ملحوظ رکھا جائے ورنہ قبر وغیرہ کو سجدۂ تحیۃ کے بارے میں ہمارے اکابر علمائے دیوبند کا یہ مسلک اور موقف معلوم ہے کہ وہ اس کو قطعاً حرام سمجھتے ہیں بلکہ اس مسئلہ میں علمائے بریلی کا موقف بھی یہی ہے۔ خاص اسی مسئلہ پر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلی کا ایک مستقل رسالہ ہے "الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ" اس میں سجدۂ تحیۃ کے ناجائز وحرام ہونے پر بہت مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔

پچھلی شریعتوں میں شرک بھی جائز تھا حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ کسی زمانے میں شرک جائز نہیں تھا، اور جہاں تک صنم یا صلیب کے سامنے مطلقاً سجود کو کفر کہا گیا ہے تو اس کی وجہ اس عمل کا سجود لغیر اللہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس عمل کا کفار و مشرکین کے مخصوص شعائر کی نقل ہونا ہے، پس قبر پر سجدہ کرنے والوں کو سزا دے سکتے ہیں، ان کی جان و مال کو (بت پرستوں کی طرح) مباح نہیں قرار دے سکتے۔

یاد رہے کہ سعودی حکومت سرزمین حجاز میں بعض اہل بدعت کو بعض قبور پر سجدہ کرنے کے جرم میں واجب القتل قرار دینے کا موقف رکھتی تھی، غالباً اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مولانا عثمانی نے مذکورہ بالا بات کہی، اور ساتھ میں یہ مخلصانہ رائے بھی دی کہ ''جس شخص کے ہاتھ میں خدا نے زمام حکومت دی ہے خصوصاً اس بقعۂ مبارکہ کی، اس کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے......''

سعودی فرمانروا سے جمعیۃ علمائے ہند کے وفد کی ایک اور ملاقات کا تذکرہ آپ کی ڈائری کے منقولہ بالا اقتباسات میں پڑھ چکے ہیں، اس ملاقات کے موقع پر بھی مثبت اور مضبوط لب ولہجہ میں حضرت مولانا عثمانی نے ملک سے گفتگو کی، جس میں پہلے تو انھوں نے اس کا صراحۃً اعتراف کیا کہ ہم لوگ یہاں آنے سے پہلے آپ حضرات کے مسلک اور افکار و خیالات سے براہ راست واقف نہیں تھے اس لئے ہمیں کچھ غلط فہمیاں تھیں، اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ ''البتہ ابھی چند روز پہلے ہمیں چند کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا، ان سے یہ غلط فہمیاں دور ہو گئیں، البتہ کچھ مسائل میں ہماری رائے مختلف ہے اور وہ اختلاف بھی فکر سے زیادہ تعبیر میں ہے، ہاں! بعض مسائل میں اصولی اور شدید بھی ہے، انشاء اللہ ان مسائل کے بارے میں ہم یہاں کے علمائے کرام سے تفصیلی گفتگو کریں گے۔

چند اور مسائل پر گفتگو

حضرت مولانا عثمانی کی یہ ڈائری اور اس میں منقولہ اقتباسات ہمیں بتاتے ہیں کہ چند اور نازک اور حساس مسائل پر بھی ہمارے ان علمائے کرام نے سعودی فرمانروا سے بات کی تھی، مثلاً قبور پر بنے ہوئے قبوں کو منہدم کرنا، کیا شرعاً ضروری اور مناسب ہے؟ آثار قدیمہ اور متبرک تاریخی مقامات کے ساتھ ہمارا طرز عمل کیا ہو؟ غلاف کعبہ میں کیا سادگی اختیار کرنا ضروری ہے؟ اور یہود و

نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے دور رکھنا کیوں ضروری ہے؟ ان مسائل کے بارے میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور علامہ سید سلیمان ندوی وغیرہ نے سعودی فرمانروا سے جو گفتگوئیں کی تھیں ان کا تذکرہ آپ ڈائری کے اقتباسات میں پڑھ چکے ہیں (بلکہ میری رائے میں اگر آپ اس موقع پر ان اقتباسات پر دوبارہ نظر ڈال لیں تو بہتر ہوگا) اور چونکہ ان میں کوئی وضاحت طلب بات بھی نہیں ہے، اس لئے ہم یہاں ان کا اعادہ کرنے سے گریز کرتے ہیں ۔آپ ان گفتگوؤں کے آئینے میں اِن حضرات کی اسلامی حمیت، حق گوئی اور بالغ نظری (وغیرہ) اوصاف دیکھ سکتے ہیں ۔ وللہ الحمد

ملک عبدالعزیز کا قابل تحسین ردعمل

اس موقع پر یہ بات بھی ریکارڈ میں لانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علمائے ہند کی گفتگوؤں کے جواب میں سعودی فرماں روا کا ردعمل نہایت مثبت اور معقول تھا، خود مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنی ڈائری میں اپنی ایک تقریر کے جواب میں اُن کا تأثر اِن الفاظ میں قلمبند کیا ہے:

> ’’امیر نے کہا کہ میں آپ کا ممنون ہوں ،آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے، لہٰذا میں ان تفاصیل کا جواب نہیں سکتا، اس کا جواب علماء بہتر دے سکیں گے، ان ہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں ۔‘‘

آمدم برسرِ مطلب

اس قصۂ پارینہ کو یاد دلانے سے ہمارا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ اب پھر شدید ضرورت ہے کہ برصغیر کے علمائے کرام حکومت کے ذمہ داروں اور علمائے کرام سے ایک بامقصد مذاکرات کا آغاز کریں، اس لئے کہ سعودی حکومت کے زیر سایہ جو جارحانہ اور ظالمانہ رویہ مسلک دیوبند، علمائے دیوبند بلکہ جمہور امت مسلمہ کے مکاتب فکر کے خلاف اپنایا جا رہا ہے وہ شدید غلط فہمیوں اور ناواقفیت پر (اور خدانخواستہ کچھ لوگوں کے تعصب ،عناد اور مفاد پرستی) پر مبنی ہے ، بلکہ خصوصا مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں جس طرح کا رویہ ایسے تمام لوگوں کے ساتھ برتا جاتا ہے جو مسلکاً ومشرباً دیوبندی نظر آتے ہیں اور جس طرح خصوصاً خواتین کو اپنے علماء اور اپنے مسلک سے بدظن کیا جاتا ہے، ہندو پاک کے بڑے سے بڑے

عالم کو جس حقارت اور غیریت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، جب کہ شیعوں تک کے ساتھ جو چشم پوشی ،رواداری بلکہ مدارات وترجیح کا معاملہ کیا جاتا ہے اس سب کو دیکھ کر ناطقہ سر بگریباں رہ جاتا ہے کہ اسے کیا کہئے؟؟؟

ہم تو اس بات کو بھی ممکن سمجھتے ہیں کہ کچھ سازشی لوگ ایسے عہدوں پر بیٹھے ہوئے ہوں جن کا مقصد سعودی حکومت کو بدنام اور رائے عامہ کو خراب کر کے مشکل حالات میں عالم اسلام کی عمومی حمایت سے اسے محروم رکھنا ہو، اس لئے ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ سعودی سرکاری وعلمی زعماء سے برصغیر کے علماء کی ایک سنجیدہ علمی گفتگو ہو، یہی بات تھی جو اس ناچیز راقم سطور نے دارالعلوم دیوبند کے اجلاس کے موقع پر اپنے بزرگوں کے سامنے مختصراً عرض کی تھی ،اور اب بھی اس تحریر کے ذریعہ میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مظاہر علوم سہارنپور اور جمعیۃ علمائے ہند کے ذمہ داران وقائدین کے سامنے بلکہ ہندو پاک کے تمام اکابر اہل علم کے سامنے بھی، بصد ادب واحترام رکھنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ راقم سطور کی یہ گذارش صدا بصحرا ثابت نہیں ہوگی ۔اس سلسلہ میں کسی ایسے مقام پر جہاں ہندو پاک کے ممتاز اہل علم بھی جمع ہو سکیں مشورہ کی ایک نشست بھی منعقد کی جاسکتی ہے۔

ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ جس طرح ماضی میں ہمارے اکابر علماء کی کاوشوں کا نتیجہ مثبت نکلا تھا اور ملک عبدالعزیز نے اور اس وقت کے علماء نے منصفانہ اور معقول رویہ کا مظاہرہ کیا تھا،موجودہ سعودی حکمرانوں اور علمائے کرام سے گفتگو بھی نہایت مفید اور نتیجہ ثابت ہوگی، اور اس سے امت اسلامیہ کے اتحاد و یکجہتی میں، اور صلاحیتوں کے باہم تفرقہ وانتشار اور اس کے مقابلے میں ضائع ہونے سے بچانے میں بہت مدد ملے گی۔ یہ راقم حروف جو براہ راست متعدد سعودی علماء سے استفادہ کر چکا ہے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ ان میں نہایت ہی مخلص صالح اور خدا ترس علمائے کرام کی کثیر تعداد موجود ہے ،ولعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا

اس مضمون کے شروع میں ایک خط کا جو اقتباس نقل کیا گیا تھا، اس میں جس دوسرے موضوع کا تذکرہ آیا تھا (یعنی دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داروں کا مرکز دعوت وتبلیغ، نظام الدین کے ذمہ داروں سے گفتگو کا) اس کے بارے میں ضرورت محسوس ہوئی کہ تو کبھی آئندہ کچھ عرض کیا جاسکے گا۔ یا زندہ صحبت باقی!

☆☆☆

محفل (۱۲۶) سورۃ المائدۃ (۴)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ

اللہ کی فرمانبرداری میں چستی اور بے تفریق عدل وانصاف یہی قرینِ تقویٰ ہے اور یہی اہلِ ایمان کی شان

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا
يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪

ترجمہ

اے ایمان والو! مضبوط رہو اللہ کی فرمانبرداری میں (اور) گواہ حق وعدل کے۔ اور ایسا ہرگز نہ ہو کہ کسی قوم کی عداوت تمھیں بے انصافی پر ابھارنے والی بن جائے۔ انصاف ہی کرو، کہ یہی قرینِ تقویٰ بات ہے اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ بھی تم کرو (۸) وعدہ اللہ نے فرمایا ہے مغفرت کا اور بڑے اجر کا ان

لوگوں سے جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں (۹) اور وہ کہ جو کفر کرتے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ لوگ جہنمی ہیں (۱۰) اور یاد اے ایمان والو کرو اللہ کا احسان اس وقت کا جب ایک قومِ کفار نے تم پر دست درازی کا تہیہ کیا تو ہاتھ اس نے ان کے روک دئے تمہاری طرف بڑھنے سے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ اہلِ ایمان کریں (۱۱)

تکمیلِ دین کے موقع کی ایک اور وصیت

تکمیلِ دین کے موقع کی ''رخصتی'' وصیتوں کا باب بظاہر تمام ہو رہا ہے۔ فرمایا گیا ہے: ''۔۔۔ کُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (مضبوط اے ایمان والو رہو اللہ کی رضا (جوئی) میں اور گواہی دینے والے حق و عدل کی۔) یاد کیا جانا چاہیے کہ سورۂ بقرہ (آیت ۱۴۳) میں امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو اس کا منصب بتاتے ہوئے فرمایا گیا تھا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک 'اُمتِ وسط' بنایا ہے تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور رسول گواہ بنے تم پر۔) یعنی اس امت کو تو منصب ہی دیا گیا ہے ''شَهَادَت علیٰ الناس'' (لوگوں پر گواہی) کا۔ اور گواہی معتبر ہونے کے لئے شرط ہے کہ حق پسندی اور انصاف کا مزاج ہو۔ پس یہ گویا اسی منصب کے اہم ترین فریضہ اور اس کے شرائط کی یاد دہانی ہے جو تکمیلِ دین کے اس موقع کی ایک وصیت کے طور پر فرمائی جارہی ہے۔ اور یہ موقع چونکہ دشمنانِ اسلام پر فتح یابی سے حکومتی و عدالتی اختیارات حاصل ہو جانے کا بھی تھا، اس لئے مزید یہ آگاہی بھی دی گئی کہ ''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ۔۔۔'' کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر نہ ابھارنے پائے کہ بے انصافی کرنے لگو نہیں انصاف ہی سے کام لو اور اللہ سے ڈرو۔' جتایا گیا ہے کہ عدل و انصاف کا فریضہ اپنے پرائے اور من و تو کی تمیز و تفریق سے نا آشنا ہے، چاہے موقع شہادت کا ہو یا حکم و عدالت کا۔ اور کوئی امت اور جماعت عدل و انصاف کی پاسدار جب ہے جب وہ دوست دشمن کی تفریق سے اس معاملہ میں بلند ہو۔ (۱)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شاید یہ خیال ہو کہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ کی ہدایت تو ابھی چند ہی آیات پہلے گزری

ہے!۔تو معلوم ہونا چاہئے کہ اُس میں اور اس آیت میں فرق کے کئی پہلو ہیں۔ایک یہ کہ وہ آیت ایک خاص حوالہ سے ایک خاص قوم سے متعلق ہو رہی تھی۔فرمایا گیا تھا کہ ''کسی قوم کی (یہ) دشمنی کہ اس نے تمھیں مسجدِ حرام سے روکا ہوا تھا (یعنی قریشِ مکہ) تمھیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم زیادتی پر اُتر و۔'' اور یہاں اس آیت میں قوم کا لفظ بالکل عام ہے کہ کوئی بھی قوم ہو، ہر ایک کے لئے یہی حکم ہوگا۔دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہاں ممانعت جس چیز کی فرمائی جا رہی تھی وہ زیادتی اور تعدّی تھی (اَن تَعۡتَدُوا)۔جو ہے تو بے انصافی ہی ،مگر اس کی ایک خاص قسم، جیسے ''قوم'' ایک خاص قوم تھی۔جبکہ یہاں اَنۡ لَّا تَعۡدِلُوا اور اِعۡدِلُوا کے کلمات میں ہر طرح کی بے انصافی کے خلاف تنبیہ اور ہمہ جہت عدل وانصاف کی بالکل واضح ہدایت آگئی ہے جو منصب شھدآء علی النّاس کا تقاضہ تھا۔

ایک دوسرا امکان

لیکن اس بات پر نظر کرتے ہوئے کہ یہ سورہ ،جیسا کہ شروع میں گزر چکا مختلف مواقع پر نازل ہونے والی آیات کا مجموعہ ہے۔کچھ حجۃ الوداع (۱۰ھ) کے موقع کی، کچھ فتحِ مکہ (۸ھ) کے موقع کی اور کچھ سفر حدیبیہ (۶ھ) کے آس پاس کی۔(تو اس بات پر نظر کرتے ہوئے) ایک اور بھی امکان ہے اور بعض قرائن کی رو سے وہی زیادہ قرینِ قیاس ہے۔وہ یہ کہ اس آیت (۸) سے شروع ہونے والی آیتیں اوپر والی آیتوں کے زمانہ سے جدا، سفرِ حدیبیہ کے آس پاس والے دَور کی ہوں۔اور یہ دور وہ تھا کہ مکہ والوں سے اگر چہ مصالحت ہوگئی تھی مگر باقی ہر طرف دشمنوں کو چھوٹ ملی ہوئی تھی، خود مدینہ میں کمی نہ تھی۔یہاں یہود ہی نہیں مزید منافقین بھی تھے، اور حدیبیہ کی صلح کے شرائط جب عمر فاروقؓ جیسے اہلِ ایمان کو ذلت آمیز نظر آئے تھے تو کیا کیا نہ شادیانے یہود ومنافقین نے بجائے ہوں گے،؟ بلکہ مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر کمزور جان کر اور بھی بہت کچھ کر سکتے تھے۔پس قرینِ قیاس ہے کہ یہ تنبیہ وہدایت اسی موقع کی ہو۔کیونکہ مسلمان اس پوزیشن میں بہر حال تھے کہ غصہ نکالیں۔اور اس میں بے اعتدالی ہو سکتی تھی۔واللہ اعلم

اس دوسرے امکان کا ایک واضح قرینہ آگے آیت (۱۱) ہے جس میں ''ایک قوم'' کی اس دشمنانہ حرکت کا حوالہ ہے کہ اس نے مسلمانوں پر دست درازی کا منصوبہ بنایا تھا۔ظاہر ہے کہ یہ فتحِ مکہ کے بعد کا نہیں قبل ہی کا واقعہ ہو سکتا ہے۔اور اس آیت (۱) کی توضیح میں جو متعدد واقعات کی روایتیں مفسرین کے یہاں ملتی ہیں وہ خود بھی یہی بتا رہی ہیں۔اور ان میں اکثر کا تعلق یہود ہی سے نکل رہا ہے۔پس یہ ''ایک قوم''

یہود ہی کا کوئی گروہ ہونا چاہئے۔مزید برآں،اس آیت کے بعد متّصلاً بارھویں آیت سے بنی اسرائیل ہی کا موضوعِ گفتگو بن جانا،اسلام اور رسولِ اسلام کے خلاف ان کی خیانت کاریوں کا حوالہ اس میں آنا،پھرانھیں دعوت دیا جانا کہ آنکھیں کھولیں،اللہ کے اُتارے حق کا حق پہچانیں اور اسے قبول کریں،یہ ایک مزید قرینہ اسی امکان کے حق میں بنتا ہے کہ یہ اُس دَور کی بات ہے جب بنی اسرائیل ایک مسئلہ تھے۔اور قرطبیؒ کی روایت کے مطابق ہمارے قدیم مفسرین میں ابنِ عطیہؒ اسی بنی اسرائیل سے متعلق سلسلۂ کلام کے آجانے ہی کو اس بات کا قرینہ ٹھیراتے ہیں کہ آیت (۱۱) میں جس قوم کی دشمنی کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہود ہی ہونے چاہئیں۔یعنی بنی اسرائیل والے اس اگلے سلسلۂ کلام کا اوپر سے ربط یہی چاہتا ہے۔والعلم عنداللہ!

اس امکان کے ماتحت حاصلِ آیات

اس امکان کے ماتحت آٹھویں آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمنوا کُونوا قوّامین للہ سے گیارھویں آیت تک کا حاصل یہ ہوا کہ پہلے ایسے عدل وانصاف کی تلقین فرمائی گئی جس میں دوست دشمن کی تفریق نہ ہو۔یہ ظاہر ہے کہ آسان بات نہ تھی۔پس یاددلایا گیا کہ اہلِ ایمان کا یہی شیوہ ہے اور اللہ نے اس کے لئے بڑا بھاری اجر رکھا ہے،جبکہ کفر کی راہ جانے والوں کا ٹھکانہ عذابِ ابدی ہے۔پھر اس اندیشہ کی طرف سے ذہن مطمئن کرنے کے لئے کہ دشمنوں کے معاملہ میں اس قدر انصاف سے تو وہ شیر ہوسکتے اور بڑی چھوٹ پا سکتے ہیں یہ ایمانی سبق یاددلایا گیا کہ اصل حفاظت تو اللہ کی حفاظت ہے۔پس اس کے حکم پر بے خطر عمل کرنا چاہئے۔اور اس پر عقیدہ کی پختگی کے لئے ایسے واقعات کی طرف اشارہ فرمایا گیا جن میں ان دشمنوں نے ہاتھ صاف کردینے کے منصوبے بنائے تو یہ صرف اللہ کا ہاتھ تھا جس نے تمہاری حفاظت فرمائی ورنہ وہ کامیاب ہوسکتے تھے۔وَعَلَی اللہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْن (پس بھروسہ چاہئیے کہ اللہ ہی پر ایمان والے کریں!)

الغرض حکم ہورہا ہے کہ عدل وانصاف سے کام لینے کے باب میں دوست دشمن کی تفریق نہیں کی جاسکتی۔انصاف دشمن کا بھی حق ہے۔اس کی دشمنی اور کسی ظالمانہ حرکت سے یہ حق ایک مسلمان کو ہرگز نہیں حاصل ہوجاتا کہ جب موقع پائے کسی بھی طرح کی،قولی یا فعلی،بے انصافی بدلہ میں کرگزرے۔فرمایا" اِعدِلوا ھُوَ اَقربُ لِلتَّقویٰ واتّقوا اللہَ اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِمَا تعمَلُون۔(انصاف سے کام لو کہ یہی تقوے کی بات ہے۔اور تقوے کے حدود میں رہنا لازم جانو۔اور یاد رکھو کہ اللہ تمہاری سب باتیں جانتا ہے)۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

قرآن کی جو آیتیں اس کی صداقت کی ایسی دلیل ہیں جیسے سورج کی دلیل خود اس کی کرنیں، یہ ان ہی آپ بولتی آیتوں میں کی ایک آیت ہے۔ کون اللہ کے سوا (اُس اللہ کے سوا جس کا عقیدہ قرآن دیتا ہے) ہوسکتا ہے جو ایسا غیر مشروط عدل وانصاف اپنے ماننے والوں پر لازم ٹھیرائے؟ اور کیا مقصد اس پابندی کا اس کے سوا ہوسکتا ہے؟ کہ دنیا میں عدل وانصاف کا چلن ہو۔ اور یہ انسانوں کے باہمی معاملات اور برتاؤ میں ایک دائمی قدر کی حیثیت پائے؟ ورنہ اللہ کی بلند و بالا ذات کو تو ہمارے افعال سے کسی نفع و نقصان کا سوال نہیں۔ بے شک سچ فرمایا گیا ہے: فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْن؟ ''پھر کون چیز اس (قرآن) کے بعد انھیں چاہیئے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟ (الاعراف: ۱۸۵/۶)

☆☆☆

ماہنامہ الفرقان

میں اپنے کاروبار کا اشتہار دیکر اپنے کاروبار کو فروغ دیں
نیز ادارے کے ساتھ اپنا تعاون شامل کر کے اجر حاصل کریں

رابطہ کریں: ماہنامہ الفرقان لکھنؤ۔ ۳۱/۱۱۴، نظیر آباد لکھنؤ 226018،
Ph:+91-522-4079758.+91-8960633860-8698691255
Email: monthlyalfurqanlko@gmail.com
nomani_sajjadbilal@yahoo.com

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم
ترتیب وپیشکش: محمد اختر معروفی

میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کی بات کو سمجھنے کی ضرورت

[مسجد عمر، لوساکا، زامبیا میں گذشتہ سال دورانِ اعتکاف کیا گیا حضرت مرشدنا دامت برکاتہم کا ایک اور بیان ذیل میں ملاحظہ فرمائیے جس میں بڑی تعداد میں مردوخواتین موجود تھے— اور اس بیان سے اندازہ لگائیے کہ اللہ والے آسمانی مخلوق نہیں ہوتے، وہ اچھے اور ہمدرد انسان ہوتے ہیں، انسانی نفسیات پر ان کی سب سے گہری نظر ہوتی ہے— کاش کہ ہم بھی کسی مرد دانا کو اپنا رہبر بنالیں تو ہمیں بھی پرسکون اور کامیاب زندگی کی راہ مل جائے اور اسی دنیاوی زندگی میں جنت کا مزہ آنے لگے اور آخرت بھی سنور جائے ——— مدیر]

خطبۂ مسنونہ کے بعد

وعاشروهن بالمعروف

دنیا کی ہر چیز میں فطرت کا قانون لاگو ہے، چنانچہ مالی جب کسی پودے کو لگاتا ہے تو وہ پودا اس مالی کو اپنی کیفیت بتا رہا ہوتا ہے، مگر اس کی Language (زبان) کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے، symptoms (علامتیں) ہوتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ اس پودے کو کون سی بیماری ہے، اس میں nitrogen (نائٹروجن) کی کمی ہے، phosphorus (فاسفورس) کی کمی ہے، potassium (پوٹیشیم) کی کمی ہے، nutrients کی کمی ہے، اس کو کیڑوں کی بیماری لگ گئی، پتوں پہ اٹیک ہوا، الغرض وہ پودہ اپنے مالی کے ساتھ پوری گفتگو کر رہا ہوتا ہے، اس لئے جو سمجھدار ہوتے ہیں وہ پودے کو دیکھ کے بتا دیتے ہیں کہ یہ پودہ فلاں پریشانی میں ہے اور اس کو فلاں چیز کی ضرورت ہے اور اگر وہ دوائی استعمال کریں تو وہ پودہ بالکل صحت مند healthy plant بن جاتا ہے۔ اسی طرح جانور بھی انسان کو اپنے میسجز دیتے ہیں

مگران کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے، جو لوگ پرندوں کو پالتے ہیں وہ ان کے attitude کو سمجھتے ہیں کہ وہ اس وقت کیا چاہتا ہے۔ ہمیں اس کا تجربہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ ساؤتھ افریقہ میں سفر کر رہے تھے، جو گاڑی چلانے والے ساتھی تھے وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس دو گھنٹے فارغ ہیں اور ہم بالکل ایسی جگہ سے گذر رہے ہیں جہاں white lion (سفید شیر) کو preserve کیا جارہا ہے، breed کیا جارہا ہے، پال پوس کر ان کی نسل بڑھائی جارہی ہے، تو اگر آپ ٹائم دیں تو آپ کو میں دکھلا دوں، میں نے کہا بہت اچھا، چنانچہ اس نے گاڑی موڑی اور ہم دو منٹ میں اس lion park میں پہنچ گئے، وہاں پہ انھوں نے white lion (سفید شیر) رکھے ہوئے تھے، جو 85 جوڑے تھے اور بہت بڑے پیمانے پہ وہ اس کو breed کرنے کے لئے کام کررہے تھے، گاڑی میں کچھ گورے (انگریز) لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، جو ڈرائیور تھا وہ ایک انگریز تھا جس نے اپنی زندگی شیروں کو breed کرنے میں لگائی تھی، to cut the story short قصہ مختصر! کہ وہ ہمیں ایک ایسی جگہ پر لے گیا جہاں lion اور lioness (شیر اور شیرنی) تھے، دونوں کے درمیان کوئی سو فٹ کا فاصلہ تھا، اس نے گاڑی اس طرح کھڑی کی کہ شیرنی ایک طرف رہ گئی، گاڑی کی دوسری طرف lion تھا، وہ (یعنی شیر) تقریباً دو چار ہی فٹ دور ہوگا، وہاں جاکے اس نے گاڑی بند کردی تو ہم حیران ہوئے کہ اتنے قریب آکے اس نے چلتی گاڑی کو بند کردیا، پھر اگلا جو کھڑکی کا شیشہ تھا اس کو بھی نیچے کردیا، حالانکہ دستور ہے کہ ایسے جنگلی جانوروں کے قریب ہوں تو window glass کبھی Open نہیں کرنا چاہئے، اس نے اس کو بھی کھول دیا، اس پر اور زیادہ حیرت ہوئی، پھر اس نے تیسرا کام یہ کیا کہ جو ڈرائیور سائڈ کا دروازہ تھا وہ بھی کھول دیا، جب کھولا تو میں نے محمد میاں سے کہا کہ لگتا ہے آج یہ اپنی بیوی سے لڑ کے آیا ہے، خیر ہم تو حیران تھے کہ ۴۰ فٹ کے فاصلہ پہ شیر بیٹھا ہے اور اس نے اپنے پورے دروازے کو ہی کھول دیا، مگر عجیب بات کہ شیر جیسے تھا وہ ویسے ہی بیٹھا رہا، اب اس کے بعد یہ باہر نکل کے کھڑا ہوا، جب باہر نکل کے کھڑا ہوا تو سچی بات ہے کہ ہم بھی گھبرا گئے کہ آج کوئی حادثہ نہ ہوجائے، پھر اس کے بعد اس نے اپنی گاڑی کی چابی کا گچھا نکال کر اپنے ہاتھوں سے اس کو بجانے لگا، تو جب اس نے کھٹکھٹایا اور آواز آئی تو شیر نے ذرا آنکھ اٹھا کے اس طرف دیکھا جہاں سے آواز آئی تھی، پھر اس نے جب دوسری دفعہ کھٹکھٹایا تو شیر نے ہلکی سی آواز نکالی، اس پر یہ آدمی گاڑی میں بیٹھ گیا، اور شیشہ بھی بند کرلیا اور گاڑی اسٹارٹ کرلی، پھر کہنے لگا کہ میں آپ کے سامنے یہ بتانا چاہتا تھا کہ شیر کا ایک Attitude (انداز) ہے،

اس کا ایک ردعمل ہوتا ہے، میں نے یہاں پہ گاڑی کھڑی کی تو شیر کو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا، وہ بیٹھا رہا، میں نے شیشہ اتارا وہ بیٹھا رہا، میں نے دروازہ کھولا وہ بیٹھا رہا، حتی کہ میں نے باہر نکل کر چابی کھٹکھٹائی اور ہلکی سی آواز نکالی تو اس نے محسوس کیا کہ something is bothering me (کچھ گڑبڑ ہے) تو اس نے اس پر ادھر رخ کر کے دیکھا اور ہلکی سی آواز دی، اس آواز کا مطلب یہ تھا کہ dont disturb (مجھے ڈسٹرب نہ کرو!) اب اگر اس کے بعد دوبارہ میں کرتا تو شیر میری طرف متوجہ ہوتا اور پھر حملہ ہی کر دیتا، تو میں چونکہ اس کی عادت کو سمجھتا ہوں اس لئے میں نے اس حد تک پہنچنے سے پہلے پہلے گاڑی میں بیٹھ کے دروازہ بند کر لیا، یہاں تک تو ایک اچھی خبر تھی جو اس نے دے دی، پھر کہنے لگا کہ حضرت! یہ جو کچھ میں نے کیا یہ lion کے ساتھ کیا ہے، اس کا اپنا ایک protocol (انداز) ہوتا ہے، میں نے شیرنی کے ساتھ ایسا نہیں کیا، میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا کہ اس کا behavior unpredictable ہوتا ہے، اس کا مزاج غیر یقینی ہوتا ہے، کچھ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کس وقت کیا کر دے؟ جب اس نے یہ کہا تو جو انگریز جوڑا بیٹھا ہوا تھا اس کے خاوند نے اونچی آواز سے کہہ دیا ہوں !!!۔۔۔ women are unpredictable عورتیں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں، بس یہ کہنا تھا کہ بیوی تو پھر شروع ہوگئی۔

اسی طرح چھوٹا بچہ بھی میسیجز دیتا ہے، مگر اس کا پیغام اس کی ماں سمجھتی ہے، وہ اس کے الفاظ سے، اس کی حرکتوں سے، باڈی لینگویج سے پہچان جاتی ہے کہ یہ کیا چاہتا ہے، کیونکہ بچے کی Language اس کی ماں سمجھتی ہے۔

تو ساری بات کا لب لباب یہ ہے کہ جانور بھی انسان کو میسیجز دیتے ہیں مگر سمجھنے والا بندہ ہونا چاہئے، عام آدمی تو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا، تو جس طرح پودہ میسیج دیتا ہے، جانور میسیجز دیتے ہیں، بچے میسیج دیتے ہیں، اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ساتھ convey messages (گھریلو مسائل پر گفتگو) کرتے ہیں مگر ان کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

گھریلو معاملات میں عورت کا اندازِ گفتگو

میاں بیوی کے معاملات میں گفتگو کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک حصہ ہوتا ہے گھریلو زندگی کے متعلق گفتگو کا، اس میں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ عورت کی زبان چلتی ہے، مرد کا ہاتھ چلتا ہے، چنانچہ عام گھر

کے کام کاج کے سلسلہ میں عورت کلیر لفظوں میں بات کرے گی، بار بار بات کرے گی اور بولتی رہے گی، مرد کا attitude (رویّہ) اس معاملہ میں عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ وہ آدھی بات سنتا ہے اور آدھی نہیں سنتا، اور ''ہوں ہاں'' کر دیتا ہے اور کبھی کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں مرد کی غلطی ہو تو پھر مرد بس چپ کر کے بیٹھ جاتا ہے، بت بن کے بیٹھ جاتا ہے، سنتا ہی رہتا ہے، اس کا اس کے پاس ایک حل ہوتا ہے کہ جب بیوی اپنی بات کر کے دل کی بھڑاس نکال لیتی ہے تو وہ پیار بھرا ہاتھ بڑھاتا ہے، محبت سے بیوی کو دیکھتا ہے، اللہ نے ایسا جادو خاوند کو دے دیا ہے کہ بیوی کے سارے کے سارے شکوے دور ہو جاتے ہیں، اسی کو تو کسی نے کہا

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی ۔۔۔ وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا
انا پرست ہے اتنا کہ بات سے پہلے ۔۔۔ وہ اٹھ کے بند میری ہر کتاب کر دے گا
وہ میرے ہاتھ کو پکڑے گا اتنی چاہت سے ۔۔۔ کہ لمس میرے بدن کو گلاب کر دے گا

تو یہ فطرت ہے مرد کی کہ وہ بولتا کم ہے، بس پیار بھری ایک نظر ڈال دی اور محبت سے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا اور اس کے سارے شکوے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی طبیعت میں کسی وقت تھوڑا ناراضگی کے آثار ہوتے تو نبی علیہ السلام فرماتے کہ اے مُنی سی عائشہ! تو اب یہ اسپیشل ایک لفظ تھا، code word تھا جو بتا دیتا تھا کہ اس وقت خاوند محبت بھری کیفیت سے کلام کر رہا ہے، چنانچہ ''منی سی عائشہ'' کے الفاظ عائشہ صدیقہؓ کے دل پر ایسا اثر کرتے تھے کہ پھر ساری طبیعت میں انشراح ہو جاتا تھا۔

جنسی معاملات میں عورت کا اندازِ گفتگو

ہاں ایک ہے گفتگو کا وہ حصہ جو میاں بیوی کے آپس کے معاملات ہوتے ہیں وہ ذرا sensitive حصہ ہوتا ہے، اللہ رب العزت نے عورت کو حیاء دی ہے، شریعت نے کہا: ''**الحیاء شعبة من الایمان**'' اور یہ اچھی صفت ہے اور یہ عورت کے حسن میں اضافہ کا سبب بنتی ہے، چنانچہ عورت کی طبیعت میں حیاء کی وجہ سے عورت اپنا مدعا کلیر لفظوں میں نہیں کہہ پاتی، طبیعت کے اندر جھجک بھی ہوتی ہے، اور ہمارے حساب سے تیسری چیز اس میں کچھ ناز بھی ہوتا ہے، کہ عورت یہ سوچتی ہے کہ خاوند پر ذمہ داری ہے کہ وہ پیار کرے، پیار سے دیکھے، ہمیں زبان سے کہنا کیوں پڑے، کہہ کے اگر پیار لیا تو کیا لیا، تو کچھ ناز کا بھی مسئلہ ہوتا ہے، لہٰذا عورت اگر مرد کو میسیج پاس بھی کرتی ہے تو اشاروں کنایوں میں کرتی ہے، اس کا مقصود الفاظ

میں لپٹا ہوا ہوتا ہے، اب مرد یہ غلطی کرتا ہے کہ وہ اس کو translate نہیں کرتا، وہ یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ یہ چاہتی کیا ہے۔ چنانچہ اگر بیوی چاہے گی کہ مرد مجھے اپنے سے قریب کرے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ خوشی کا اظہار کرے گی، اچھی ڈش بنائے گی، بہترین کپڑے پہنے گی، مسکرا کے خاوند کا استقبال کرے گی، اب یہ سب علامات confirm کر رہی ہیں کہ یہ خاوند سے خصوصی وقت چاہتی ہے۔ مرد اس چیز کو ignore کر دیتا ہے اور یہ چیز پھر دل ٹوٹنے کا سبب ہوتی ہے۔

حدیث پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی گفتگو ہمیشہ الفاظ کے جامہ میں چھپی ہوئی ہوتی ہے، اس کو translate کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے جس کو حدیث ام زرع کہتے ہیں، جس میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا ہے، اور یہ ''باب حسن المعاشرہ مع الاہل'' کے اندر روایت کی گئی ہے، یہ مشہور حدیث مبارک ہے، اس پر مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں اور محدثین نے اس میں خوب تفصیل سے کلام کیا ہے، چونکہ اس میں سبق ہے اس لئے آج کی اس مجلس میں یہ عاجز مختصر الفاظ میں اس حدیث پاک سے کچھ باتیں کہے گا، ذرا غور کیجئے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیوی کو سمجھانے کے لئے جو گیارہ عورتوں کا قصہ سنا رہے ہیں تو اس میں کوئی حکمت ہوگی، چنانچہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ایک جگہ پانی بھرنے کے لئے گیارہ عورتیں جمع ہوئیں اور انھوں نے آپس میں یہ بات طے کر لی کہ آج ہر عورت اپنے خاوند کے بارے میں صاف صاف لفظوں میں سب کچھ بتائے گی، چنانچہ ان میں سے پہلی عورت کہنے لگی کہ میرا خاوند لاغر اونٹ کا گوشت ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا ہے، نہ چڑھنے کا راستہ آسان، نہ ہی گوشت عمدہ، اور موٹا کہ لانے کی زحمت کوئی گوارہ کرے۔ اب ان الفاظ سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کیا اس نے کہا، وہ اپنا میسج دے گئی، لاغر اونٹ کی مثال دی، پھر گوشت بھی پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا ہے جس پر چڑھنا بھی آسان نہیں، گوشت کو لانا بھی آسان نہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ اصل میں اس کا جو خاوند تھا وہ impotent (نامرد) تھا تو اس نے اس کو لاغر اونٹ کی مثال دی، اور بیوی کے قریب بھی نہیں آتا تھا تو پہاڑ پہ رکھا ہوا گوشت ہوا کہ اس کے پاس پہنچنا ہی مشکل تھا۔ اب حقیقت حال دیکھیں کہ کیا ہے اور عورت کا انداز بیان کیا ہے، تو صاف پتہ چلتا ہے کہ الفاظ کے اندر اس نے اپنا میسج دے دیا۔

دوسری عورت نے کہا کہ میں شوہر کی باتیں نہیں پھیلاؤں گی، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے چھوڑ نہ دے، اگر میں تذکرہ بھی کروں گی تو چھپے ہوئے عیبوں سے پردہ ہی اٹھاؤں گی، اس کو کہتے ہیں ؎

کچھ بھی نہ کہا کچھ کہہ بھی گئے کچھ کہتے کہتے رہ بھی گئے

تو ایک طرف تو کہہ گئی کہ میں شوہر کی باتیں نہیں پھیلاؤں گی کہ ڈر ہے کہ چھوڑ نہ دے، مگر یہ بھی کہہ رہی ہے کہ اگر کروں گی بات تو چھپے ہوئے عیبوں سے پردہ ہی اٹھاؤں گی ،تو مطلب یہ کہ وہ ill manered (غیر مہذب) بندہ تھا، وہ چاہتی تھی کہ اس کی بات کیا میں عورتوں میں کروں۔

تیسری عورت نے کہا کہ میرا شوہر تو بہت لمبا چوڑا اتڑنگا ہے، بات کروں گی تو طلاق ملے گی اور چپ رہوں گی تو معلق رہتی ہوں، اس کا مطلب کہ وہ غصہ والا short tempered آدمی تھا اور عورت کے لئے اس سے communicate (بات چیت) کرنا ہی ایک مصیبت تھی۔

چوتھی عورت نے کہا کہ میرا شوہر تہامہ کی رات کی طرح معتدل ہے، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈا، نہ مجھے اس سے خوف ہے، نہ مجھے اس سے اکتاہٹ ہے، اس کا مطلب کہ وہ معتدل مزاج انسان تھا، well manered (مہذّب) تھا، balance personality تھی ،تو بیوی اس کے ساتھ بہت comfortable (آرام سے زندگی بسر) کرتی تھی ،مگر دیکھیں اس نے صاف لفظوں میں نہیں کہا، تہامہ کی رات کی مثال دے کر بات کی۔

پانچویں نے کہا کہ میرا شوہر گھر کے اندر چیتے کے مانند ہوتا ہے اور باہر شیر کے مانند ہوتا ہے، گھر میں جو کچھ ہو اس کے بارے میں باز پرس نہیں کرتا۔ دیکھئے چیتا ایک shy animal (شرمیلا جانور) ہے، تو خاوند گھر میں آتا تھا تو طبیعت کے اندر shyness (شرمیلا پن) تھی تو وہ عورت کے اوپر اتنی روک ٹوک نہیں کرتا تھا، گھر کے معاملات میں عورت کو independence دیتا تھا، البتہ جب باہر نکلتا تھا تو شیر کی طرح ہوتا تھا۔ اس کا مطلب یہ کہ اس عورت کا خاوند کریم تھا، اچھے behavior (طور طریق) والا تھا، اور باہر سوسائٹی میں اس کی ایک respect (عزت) تھی اور لوگ اس کو اپنا بڑا سمجھتے تھے، اس لئے lion کی مثال دی۔

چھٹی عورت نے کہا کہ میرا شوہر تو کھانا چکھتا جاتا ہے، پانی ختم کر دیتا ہے، لیٹتا ہے تو منہ لپیٹ کر اور ساتھ والی کا حال ہی نہیں پوچھتا، مشہور مقولہ ہے کہ کھاؤ ڈٹ کے، جو ڈٹ کے کھائے گا وہ جم کے سوئے گا، تو صاف ظاہر ہے کہ وہ بہت over eat کرتا (زیادہ کھاتا) تھا، اور جو شخص اتنا زیادہ کھائے تو نیند اتنی غالب ہوتی ہے کہ اس کو پاس والے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

ساتویں عورت نے کہا کہ میرا شوہر گمراہ ہے یا عاجز، سینے سے دبانے والا، تمام دنیا کے عیب اس میں موجود، سر پھوڑے یا زخمی کرے دونوں کام اس کے لئے آسان۔ اس کا مطلب یہ کہ اس کا خاوند جو تھا وہ جھگڑالو طبیعت والا تھا، ذرا ذراسی بات پہ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔

آٹھویں عورت نے کہا کہ میرا شوہر خرگوش کو چھونے کی طرح نرم ہے اور زرنب گھاس کی طرح خوشبودار ہے۔ اس نے خاوند کو دیکھو کس طرح describe کیا کہ خرگوش چھونے کی طرح نرم ہے اور زرنب گھاس کی طرح خوشبودار ہے، اس کا مطلب یہ کہ اس کا خاوند good looking (خوبصورت) بھی ہوگا اور soft hearted (نرم دِل) بھی ہوگا، اب اس نے پوری صورت حال کو ایک نرم پیارے خرگوش کے ساتھ مثال دے کر سمجھایا۔

جادو ہے صنم تیری آنکھوں میں خوشبو ہے پیا تیری سانسوں میں

نویں عورت نے کہا کہ میرا شوہر تو اونچے ستون والا لمبی نیام والا بہت سخی ہے، اس کا گھر دارالمشورہ ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اس کا خاوند کوئی socially active (سماجی کاموں میں سرگرم) انسان تھا جس کے گھر پر لوگ آتے تھے اور آپس کے معاملات طے ہوتے تھے، گفتگو ہوتی تھی، descussions ہوتی تھی، تو اس نے اپنے خاوند کو اس طرح describe کیا۔

دسویں عورت نے کہا کہ میرے شوہر کا نام مالک، تمام ذہنی تعریفوں سے بلند بالا یعنی میں اس کی تعریف ہی نہیں کر سکتی، وہ اتنا اچھا انسان ہے، کود پھاند پر زیادہ، چراگاہ میں کم، اس کا مطلب یہ کہ فیلڈ میں جانور تھوڑے ہوتے ہیں اور گھر میں جو قربانی کے لئے بندھے ہوتے ہیں وہ زیادہ ہوتے ہیں اور قربانی کے لئے جو بندھے ہوتے ہیں وہ اس لئے کہ مہمانوں کی آمد و رفت زیادہ ہوتی ہے، تو باجے کی آواز سن کر اونٹ ذبح ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، یعنی ان کے یہاں جب مہمان آتا تھا تو ایک باجے کی آواز وہ بجا دیتے تھے تو جو لوگ تھے ان کو پتہ ہو جاتا تھا کہ اب جانور کو ذبح کیا جائے گا تو وہ قریب آجاتے تھے، یہ خاوند well behaved (خوش اخلاق) تھا اور یہ good host تھا مہمان نواز انسان تھا، اللہ نے دسترخوان بڑا دیا تھا، اس لئے عورت نے اس کی ان الفاظ میں description بتائی۔

پھر گیارہویں عورت نے کہا کہ میرے شوہر کا نام ابوزرع ہے، اس نے میرے کان زیور سے بوجھل کر دئے، یعنی سونے سے مجھے لاد دیا، اور میرے پاؤں چربی سے موٹے ہو گئے، یعنی کھانے پینے کی

فراوانی تھی، اتنا پیار دیا کہ مجھے غریب گھرانے سے لایا اور امیر گھرانے میں بسایا، کام کرنے والے سب کے سب موجود یعنی نوکر چاکر لگے ہوئے ہیں، میں بولتی تو روک ٹوک نہیں تھی، میں سوتی تو صبح کر دیتی تھی، یعنی اس نے مجھے پوری محبت کے ساتھ سہولت کی زندگی میں رکھا ہوا تھا، میں اپنی نیند پوری کرتی تھی، نہ مجھے گھر کے کاموں کی کوئی مصیبت تھی، اس نے مجھے اتنے پیار سے رکھا تھا، پانی پیتی تھی تو سہولت واطمینان سے، پھر جو اس کے دوسرے گھر والے تھے وہ بھی اچھے تھے، چنانچہ ابوزرع کی ماں بہت خوبیوں والی تھی، گھر کشادہ تھا، توشہ دان بھرا رہتا تھا یعنی گھر میں کھانے پینے کا سامان خوب ہوتا تھا، پھر ابوزرع کے بیٹے کی کیا تعریف کروں، یعنی جو میرا بیٹا تھا وہ بھی بہت پیارا تھا، سونے کی جگہ کھجور کا دوشاخا یعنی چھریرا بدن، بکری کے چار ماہ کے بچے کے دودھ سے پیٹ بھر جاتا یعنی کم خوراک تھا، ابوزرع کی بیٹی کی خوبیاں کیا گنواؤں، باپ کی فرمانبردار تھی، صحتمند ایسی کہ چادر اس کے جسم سے بھر جائے، اپنی سوکن کے لئے حسد اور غصے کا باعث، یعنی وہ خوبصورت بھی تھی، خوب سیرت بھی تھی، اللہ رب العزت نے ان کو اتنی اچھی بیٹی دی تھی، ابوزرع کی کنیز بھی بہت اچھی، نہ باتوں کو پھیلانے والی، نہ رکھی ہوئی چیزوں سے کچھ نکالنے والی یعنی نہ چوری کرتی تھی، نہ باتوں کو لوگوں تک پہنچاتی تھی، نہ ہی گھر کو گھاس پھوس سے بھرنے والی یعنی گھر کو گندا بھی نہیں رکھتی تھی، صاف ستھرا رکھتی تھی، ابوزرع ایک دن گھر سے جانوروں کے پاس جانے کے لئے نکلا، دودھ بلونے کا وقت تھا، اس نے ایک عورت کو دیکھا جس نے ایک بچے کو اٹھا کے سینے سے لگایا ہوا تھا، اس کو وہ عورت پسند آ گئی، چنانچہ اس نے مجھ کو طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا، میں نے اس کے بعد ایک شریف آدمی سے نکاح کیا، جو تیز گھوڑوں پہ سوار ہوتا تھا، ہاتھ میں نیزہ رکھتا تھا، اس نے میرے لئے بہت سے مویشی لئے اور ہر ایک میں سے ایک ایک جوڑا لیا اور کہا کہ ام زرع خود بھی اس میں سے کھاؤ اور اپنے عزیز واقارب کو بھی کھلاؤ، جو کچھ اس نے مجھے دیا اگر میں سب جمع کروں تو ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ نبی علیہ السلام نے یہ واقعہ سنا کر فرمایا: عائشہ! میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا ام زرع کے لئے ابوزرع تھا، فرق یہ ہے کہ ابوزرع نے طلاق دے دی تھی میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔

بیوی کے اشاروں اور کنایوں کو سمجھنا ضروری ہے

اب ذرا غور کیجئے تو اس سے دو باتیں سامنے آتی ہیں، ایک تو یہ کہ عورت جب بھی باتیں کرے گی تو اشاروں کنایوں میں بات کرے گی، یہ مرد کی responsibility ہوتی ہے کہ وہ اس کو surface کے

الفاظ کے معانی نہ لے بلکہ اس کو translate کرنے کی کوشش کرے، اس میں چھپے ہوئے میسج کو جاننے کی کوشش کرے، اکثر مرد اس میں کوتاہی کرتے ہیں اور ہم نے دیکھا کہ یہی چیز بالآخر ذہنی انتشار کا سبب ہوتی ہے اور گھروں کے اندر پھر آپس میں جھگڑے اور miss understanding (غلط فہمیاں) ہوجاتی ہیں۔

بیوی کو مرتے دم تک ساتھ رہنے کا اطمینان دلانا

دوسری بات یہ کہ عورت کو assurance (یقین دہانی) چاہئے ہوتی ہے کہ میرا خاوند مجھ سے خوش ہے، مجھ کو چھوڑے گا نہیں، مجھے تنہا نہیں کرے گا، میرا گھر نہیں اجڑے گا، اسی لئے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو assure کیا کہ دیکھو اس نے طلاق دی تھی میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا، جتنا وہ اپنی بیوی کے لئے اچھا تھا کہ بیوی اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھک رہی میں اس سے بھی زیادہ تمہارے لئے اچھا ہوں، سبحان اللہ! اللہ کی شان کہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کی ان باریکیوں میں بھی ہمیں رہنمائی دی، راستہ دکھا دیا کہ لوگو اگر تم جھگڑوں سے بچنا چاہتے ہو، پریشانیوں سے بچنا چاہتے ہو، محبت پیار سے میاں بیوی بن کر رہنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنی بیوی کی گفتگو کو توجہ سے سننا پڑے گا، اس کے صحیح مفہوم کو سمجھنا پڑے گا۔ تو پتہ چلا کہ مرد ہمیشہ دو لفظوں میں بات سمیٹ دے گا، عورت لمبی باتیں کرے گی۔

بیوی کی بات پر توجہ نہ دینا جھگڑوں کا ایک اہم سبب

اب میاں بیوی فرض کرو اگر قریب ہیں اور بیوی کہہ دیتی ہے مجھے ڈر لگ رہا ہے، تو یہ تو خاوند کو سمجھنا چاہئے کہ ڈر لگنے سے وہ چاہتی کیا ہے، یا وہ کہہ رہی کہ مجھے سردی لگ رہی ہے تو وہ میسج pass on کر رہی ہے، یہ مردوں کی بہت بڑی کوتاہی ہے کہ عورت کی بات کو آدھی توجہ سے بھی نہیں سنتے، اور یہی چیز پھر عورت کے لئے تکلیف کا سبب بنتی ہے، نبیؑ کی مبارک زندگی کو دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عائشہ! مجھے تمہاری ناراضگی کا اور خوشی کا پتہ چل جاتا ہے، پوچھا: اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے پتہ چلتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو بات کرتے ہوئے قسم کھاتی ہو: ''وربِّ محمد'' اور جب تمہارے دل میں کوئی گرانی ہوتی ہے تو رب ابراہیم کی قسم کھاتی ہو، تو عائشہ صدیقہؓ مسکرا کر کہنے لگیں کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا نام لینا چھوڑتی ہوں آپ کو تو نہیں چھوڑتی۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کے پیارے

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی گہری نظر تھی کہ بیوی کے ایک ایک لفظ کے اوپر بھی نظر تھی اور اس لفظ کا میسج آپ نے recieve فرمالیا۔ اگر خاوند بیوی کو ایسی توجہ دے تو گھر میں کیوں جھگڑے ہوں گے؟ آج تو ادھورے من کے ساتھ، ادھوری توجہ کے ساتھ باتیں ایک دوسرے سے کرتے ہیں، ایک دوسرے کی باتوں کو غلط سمجھتے ہیں، نہ بیوی بری ہوتی ہے نہ خاوند برا ہوتا ہے، بیوی بھی دیندار، خاوند بھی دیندار، مگر miss communication (آپس میں کھل کر بات کی کمی) کی وجہ سے miss understanding (غلط فہمیوں) کی وجہ سے یہ چیز پھر جھگڑے کا باعث بن جاتی ہے، لہٰذا اس پوائنٹ کو بہت اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے، غلط فہمیوں ہی کی وجہ سے تو پھر تماشے ہوتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے ملکوں میں ایک انگریز تھا، اس نے نوکر رکھا ہوا تھا، اس کو انگریزی آتی نہیں تھی، تو ایک دن مالک کو گاڑی نکالنی تھی تو اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ میری گاڑی ذرا back کروادیں تاکہ میں چلا جاؤں، اس نے کہا بہت اچھا، اب وہ نوکر اشارہ کر کے کہہ رہا ہے ''کھمبا ہے'' ''کھمبا ہے'' تو وہ گاڑی کو پیچھے کرتا رہا کرتا رہا حتی کہ پیچھے ایک الیکٹرک کا کھمبا تھا، اس میں جا کے زور سے گاڑ لگی، نئی گاڑی تھی، مالک کو بڑا غصہ آیا، اس نے نکل کے کہا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ back کراؤ، مگر تو مجھے کہتا رہا ''come back, come back'' اور میں پیچھے کرتا رہا، تو وہ کہنے لگا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا: ''come back, come back'' میں تو کہہ رہا تھا: ''کھمبا ہے کھمبا ہے'' اب بتائیں ایک کہہ رہا ہے کھمبا ہے اور دوسرا اس کو کم بیک سمجھ رہا ہے، تو پھر ایکسیڈنٹ تو ہونا ہی ہے۔

میاں بیوی کا معاملہ بھی بالکل اسی طرح کا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک سردار جی نے موٹر سائیکل خریدا اور اس کے مختلف جگہوں پہ اس نے کچھ روپیوں کے نوٹ لگائے، لوگ بڑے حیران ہوئے کہ اس نے موٹر سائیکل کو خوب سجایا ہے، تو ایک جگہ موٹر سائیکل بند ہوگئی، اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی، کسی نے اس سے پوچھا کہ سردار جی آپ نے موٹر سائیکل پر تو بڑے بڑے روپے کے نوٹ لگائے ہوئے ہیں، کیا وجہ ہے؟ کہنے لگا اصل میں میں نے پرانی موٹر سائیکل خریدی تھی، اپنے بڑے بھائی کو دکھائی وہ میکانک ہے، اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس میں پیسے لگاؤ گے تو یہ چل پڑے گی، اب بھائی کے کہنے کا مقصد کیا تھا؟ مگر اس نے پیسے اس کی باڈی کے اوپر لگا دئے، تو بات کو غلط طریقے سے سمجھنے کی یہ مثال ہے۔

ایک صاحب کو ایک بیٹا ہوا تو اس نے اس کو کراچی رشتہ داروں کے پاس بھیج دیا کہ آپ اس کی

ذرا care taking (دیکھ بھال) کریں، دوسرا ہوا تو اس کو فیصل آباد بھیج دیا، پھر تیسرا ہوا تو اس کو دلی بھیج دیا، تو اس سے کسی دوست نے پوچھا کہ یار مسئلہ کیا ہے، اللہ نے تمہیں تین بیٹے دئے اور تینوں کو تم نے اتنی دور دور بھیج دیا؟ اپنے پاس کیوں نہیں رکھا؟ کہنے لگا اصل میں ڈاکٹر کے پاس ہم میاں بیوی گئے تھے تو ڈاکٹر نے کہا کہ بچوں میں فاصلہ رکھنا۔

تو یہ miss understanding یہ انسان کے لئے جھگڑے کا سبب بنتی ہے، مصیبت بن جاتی ہے، اس لئے میاں بیوی کو چاہئے کہ good communication (اچھے اور کھلے رابطے) کی عادت اپنے اندر پیدا کریں، کلیر لفظوں میں ایک دوسرے کو بات سمجھانے کی کوشش کریں اور بات چیت کے اندر جو غصّہ گرمی کے انداز ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں، میاں بیوی جب بھی بات کریں ہمیشہ محبت پیار کے لہجہ میں بات کریں، غصہ میں بات کرنا، بیزاری سے بات کرنا یہ چیز crime ہے، ایک جرم ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میاں بیوی محبت پیار سے رہیں تو ہم غصّہ گرمی سے اگر باتیں کریں گے تو اللہ کی نظر میں تو ہم مجرم بنیں گے، اس لئے شریعت کے مدعا کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

بیوی کے اشاروں کنایوں میں بات کرنے کی چند مثالیں

اب ذرا سن لیجئے کہ جھگڑا شروع کیسے ہوتا ہے؟ یہ ایک sensitive (حسّاس) سا پوائنٹ ہے، امید ہے کہ عورتیں مدعا کو سمجھنے کی کوشش کریں گی، عورت جب بات کرتی ہے تو وہ اِن ڈائرکٹ ہوتی ہے، مرد اس کو translate نہیں کرتا (صحیح انداز سے سمجھ نہیں پاتا) اور on the surface اس کا ظاہری معنی لے لیتا ہے اور مرد اسی حساب سے جواب دے دیتا ہے اور میاں بیوی کے اندر arguments (بحث ومباحثہ) شروع ہو جاتے ہیں، تو ذرا سنیں عورت کہتی ہے ہم تو کبھی باہر ہی نہیں گئے، مرد اس کا جواب سن کے کہتا ہے پچھلے ہفتے گئے تھے، تم جھوٹ کیوں بولتی ہو؟ اب عورت کچھ اور کہنا چاہتی تھی اور مرد نے صرف ظاہری مفہوم پر اس کو سمجھ کے کہہ دیا کہ تم جھوٹ بول رہی ہو، پچھلے ہفتے گئے تھے، جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟۔

دوسری مثال: عورت کہتی ہے مجھے ہر کوئی نظر انداز کرتا ہے، مرد آگے سے جواب دیتا ہے مجھے یقین ہے میں تو نظر انداز نہیں کرتا، اب عورت کہنا کیا چاہتی ہے؟ مرد جواب کیا دے رہا ہے۔

تیسری مثال: عورت کہتی ہے: یہ گھر ہر وقت گندا رہتا ہے، جب میں دیکھتی ہوں ہر وقت گھر گندا

رہتا ہے، مرد آگے سے جواب دیتا ہے کہ ہر وقت تو نہیں رہتا۔

چوتھی مثال: عورت کہتی ہے میری بات کوئی نہیں سنتا، مرد آگے سے کہتا ہے: میں تو ابھی بھی سن رہا ہوں، عورت کہتی ہے میری گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں، تو مرد آگے سے جواب دیتا ہے: اس میں میرا کیا قصور ہے، عورت کہتی ہے کہ مجھے romance چاہئے، تو مرد کہتا ہے آپ کیا سمجھتی ہو کہ میں بالکل غیر رومانی قسم کا آدمی ہوں۔

اب یہ مثالیں میاں بیوی کے درمیان پیش آتی ہیں اور جھگڑے کا باعث ہوتی ہیں، یہ صورت حال جو میاں بیوی کی آپ نے سنی یہ غلط تھی، نہ عورت یہ کہنا چاہتی تھی اور نہ مرد کو ایسا جواب دینا چاہئے تھا، ہونا کیا چاہئے تھا؟ اب یہ بھی سن لیجئے! عورت کہتی ہے ہم کبھی باہر نہیں گئے، اس کا مقصد یہ تھا کہ مجھے آپ کے ساتھ وقت گذارنا اچھا لگتا ہے، اب اگر مرد ٹرانسلیٹ کر لیتا کہ بیوی مجھے کہہ رہی ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ وقت گذارنا اچھا لگتا ہے تو اس کا response دوسرا ہوتا، مگر اس نے تو اس کا معنی پتہ نہیں کیا سمجھا، کہ ہم کبھی باہر نہیں گئے یعنی تم بہت سست ہو تم، بہت boring (خشک) انسان ہو اور بہت unloving ہو، اور جب مرد یہ لفظ سنتا ہے تو کہتا ہے کہ میں ایسا تو نہیں ہوں، چنانچہ وہ اس کو غصہ سے جواب دیتا ہے، اب بات عورت نے کتنے پیار سے کی تھی مگر missunderstand کرنے (غلط سمجھنے) کی وجہ سے مرد نے کتنا روکھا جواب دیا؟ اب آپس میں لڑائی نہیں ہوگی تو پھر کیا ہوگا؟

عورت جب کہتی ہے کہ مجھے ہر کوئی نظر انداز کرتا ہے تو وہ اصل میں کہنا یہ چاہتی ہے کہ آپ نے اب دفتری کاموں کو مجھ پہ ترجیح دینی شروع کر دی، آپ دیر سے آتے ہیں، میں انتظار میں بیٹھی رہتی ہوں، بھوک لگی ہوتی ہے، میں آپ کی وجہ سے کھانا نہیں کھاتی، تو اصل میں وہ یہ میسج دینا چاہتی ہے کہ آپ دفتری کام میں اتنی دیر کیوں لگاتے ہیں؟ مگر خاوند کیا سمجھتا ہے کہ تمہیں شرم آنی چاہئے لیٹ آنے پر، اب جو خاوند یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ مجھے کہہ رہی ہے کہ تمہیں شرم آنی چاہئے لیٹ آنے پر تو وہ کہتا ہے کہ میں کام کی وجہ سے لیٹ ہوا تو تمہیں کیا مصیبت ہے؟ اب یہ چیز جھگڑے کا سبب بن گئی۔

عورت نے جب یہ کہا کہ جب میں دیکھتی ہوں یہ گھر مجھے گندا نظر آتا ہے تو اصل میں عورت یہ کہنا چاہتی ہے کہ مجھے گھر کی صفائی کا بہت زیادہ کام لگ رہا ہے، کیا صفائی میں آپ میری مدد کر سکتے ہیں کہ ہم مل کے گھر کو صاف کر لیں؟ تو آسان طریقہ تھا کہ مرد کہتا کہ ہاں ہاں میں آپ کے ساتھ مل جاتا ہوں، مل کے

کام کرلیں گے مگر مرد surface میں جو ظاہری معنی لیتا ہے کہ بیوی یہ کہہ رہی ہے کہ تم گندے ہو، مجھے تمہارے ساتھ رہنا اچھا ہی نہیں لگتا، تو صاف ظاہر ہے مرد روکھا جواب دے گا تو پھر اس کی وجہ سے لڑائی ہوگی۔

جب عورت کہتی ہے میری بات کوئی نہیں سنتا تو اصل میں وہ کہنا چاہتی ہے کہ مجھے آپ کی خصوصی توجہ چاہئے، مردوں کا یہ مسئلہ ہے کہ ۵۰ پرسنٹ بھی توجہ سے بات سن رہے ہوں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بات سن رہے ہیں اور عورت کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ مرد کی ۱۰۰ پرسینٹ attention (توجّہ) چاہ رہی ہوتی ہے۔ ہمیں خود اس کا تجربہ ہوا، کتابیں پڑھنے کی عادت تو شروع سے ہی تھی، رات کو سونے سے پہلے بھی کتابیں پڑھ کے سوتے تھے، اٹھتے تھے تو کتابیں پڑھتے تھے، تو ہمیں شروع شروع میں اس بات کا اتنا اندازہ نہیں تھا، بیوی بات کرتی تھی تو ہم بھی ادھوری توجہ سے سن لیتے تھے، مگر ایک دن بیوی نے آرام سے بیٹھ کے بات کی، کہنے لگی دیکھیں بعض بزرگوں کی چار چار شادیاں بھی ہوئی ہیں مگر ان کی بیوی کی تو ہوتی تھیں صرف تین سوکنیں، میں نے کہا پھر؟ تو کتابوں کو دیکھ کے کہنے لگی کہ میری تو ہیں دس ہزار سوکنیں، میں نے پوچھا کیا مطلب؟ کہنے لگی آپ نے کوئی ایسی بیوی دیکھی ہے جس کی دس ہزار سوکنیں ہوں؟ میں نے کہا نہیں، کہنے لگی جب آپ حدیث پاک کی یا بزرگوں کی کتاب پڑھ رہے ہوتے ہیں تو اتنا ڈوب کے پڑھ رہے ہوتے ہیں کہ میں آتی بھی ہوں، بیٹھتی بھی ہوں تو آپ ادھوری بات سنتے ہیں، کتاب میں مگن رہتے ہیں، مجھے feel ہوتا ہے کہ آپ پیار محبت سے وہ ٹائم اس وقت نہیں دیتے، اب جب میں نے اس کی یہ بات سنی تو میں نے یہ realize (محسوس) کیا کہ بات تو اس کی سو فیصد ٹھیک ہے کہ اتنا concentration (انہماک) سے کئی مرتبہ بندہ پڑھ رہا ہوتا ہے کہ اس کو تو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ کمرے میں کون آیا اور کون گیا، حالانکہ بیوی کسی وقت خاوند کے پاس بیٹھنا چاہتی ہے، بات کرنا چاہتی ہے، اس کی اپنی اس وقت ضرورت ہوتی ہے، تو اس وقت ہمیں یہ بات سمجھ میں آئی، چنانچہ ہم نے اس گناہ سے توبہ کی اور پھر اس کے بعد یہ دستور بنالیا کہ جب بھی بیوی پاس آئی، کتاب کو لپیٹ کے سوکن کو ایک طرف کردیا اور پھر بیٹھ کے بیوی کو مسکرا کے دیکھا، توجہ سے بات سنی، پانچ منٹ میں وہ نہال ہو کے اپنے کام میں واپس چلی جاتی ہے اور ہم دوبارہ اپنی بیوی سوکن کے ساتھ وقت گذارنے لگتے ہیں۔

تو یہ تو خاوند کو سمجھنا چاہئے کہ مجھے ادھوری توجہسے بات نہیں کرنی ہے بیوی جو ہے وہ زندگی کی ساتھی

ہے، وہ میری پوری توجہ چاہتی ہے، اگر اس بات کو بندہ سمجھ لے تو آپس کے جھگڑے ہی ختم ہو جائیں گے۔

عورت جو کہتی ہے کہ میری گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں تو وہ اصل میں کہنا یہ چاہتی ہے کہ مجھے آپ سے باتیں نہیں چاہئیں، مجھے آپ کا پیار چاہئے، اب مرد اس کا مطلب یہ سمجھتا ہے کہ تمہارا تو کوئی کام سیدھا ہے ہی نہیں، تو وہ الٹا react کرتا ہے سخت گفتگو کرتا ہے اور یہی چیز غصہ کا باعث بنتی ہے۔

عورت جو کہتی ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ وقت چاہئے تو وہ اصل میں کہہ رہی ہوتی ہے کہ آپ مشغول رہتے ہیں، میں آپ کو مس کرتی ہوں، تو صاف ظاہر ہے کہ اس کا جواب تو simple ہے کہ وہ پیار چاہتی ہے، اس کو وہ پیار دیں، مگر مرد اس کا معنی یہ سمجھتا ہے کہ تم بے پرواہ ہو اور تم کو ذرا بھی میرا خیال نہیں ہے، اب مرد اس پر سمجھتا ہے کہ کیوں میں خیال نہیں کرتا؟ میں تو گھر میں اتنی تنخواہ لا کے دیتا ہوں، سارے کام کرتا ہوں، تو مرد اس کو غلط سمجھ رہا ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں جھگڑے ہوتے ہیں، لہٰذا اس معاملہ میں مردوں کو اصلاح کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ عورت کی بات کو پہلے پوری توجہ کے ساتھ سنے اور پھر اس کا مدعا سمجھنے کی کوشش کرے کہ وہ چاہتی کیا ہے۔ جو کافر مرد عورتیں ہوتے ہیں ان میں نہ حیاء ہوتی ہے نہ شرم، اگر خاوند ۱۹ ہوتا ہے تو بیوی ۲۰ ہوتی ہے، ایک سے بڑھ کے بے حیاء ہوتے ہیں، مگر مسلمان گھرانوں میں تو شرم اور حیاء اور جھجک ہوتی ہے اور یہ چیز پسندیدہ چیز ہے، عورت بات کرتی ہے تو اشاروں کنایوں میں کرتی ہے، تو یہ ایک پوائنٹ آج کی گفتگو میں سمجھنے کا ہے کہ مرد اور عورت different languagas (الگ الگ زبانیں) بولتے ہیں، مرد surface کے اوپر الفاظ میں باتیں کر رہا ہوتا ہے اور عورت الفاظ کے جامے میں لپیٹ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہی ہوتی ہے، اب زبان کا ترجمہ کر کے بیوی کا مدعا سمجھنا یہ مرد کی ذمہ داری ہوتی ہے، اگر ہم اپنی اس صلاحیت کو بہتر کر لیں تو مجھے نہیں لگتا کہ نیک میاں بیوی اس کے بعد پھر ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑیں گے۔

مرد کی ایک خاص فطرت: پریشانی کی حالت میں تنہائی پسند ہونا

ہاں ایک چیز اور بھی ہے کہ مرد اور عورت کی چونکہ شخصیتیں مختلف ہیں تو ان کا stress response different (ذہنی پریشانی کے وقت الگ الگ طرز عمل) ہوتا ہے، چنانچہ مرد پہ جب کوئی غم آتا ہے، پریشانی آتی ہے تو مرد اس وقت تنہائی پسند کرتا ہے، یہ مرد کی فطرت ہے، اور عورتیں اس چیز کو اچھی طرح سمجھیں، کاروبار میں نقصان ہو جائے گا، کسی بندے کے ساتھ جھگڑا ہو جائے گا، یا کوئی

کنٹینر پھنس گیا، یا کوئی اور پریشانی آ گئی، تو مرد کی پریشانی کی علامت یہ ہے کہ مرد تنہائی پسند ہو جاتا ہے، مرد اس وقت خاموش ہو جاتا ہے، مرد اس وقت الگ رہنا چاہتا ہے۔ حدیث پاک سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے، نبی علیہ السلام کی جب عمر مبارک ۴۰ سال کی ہوگئی تو آپ دیکھتے کہ لوگ بتوں کو سجدے کر رہے ہیں، ایک دوسرے کے حقوق پامال کر رہے ہیں، تو آپ کا دل بہت دکھتا تھا، پھر کیا ہوا؟ ''ثم حُبِب الیه الخلاء'' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہائی اچھی لگتی تھی، آپ تنہائی میں جاتے تھے، اللہ سے توبہ کرتے تھے، اللہ کی طرف دھیان کرتے تھے، فکر کرتے تھے، اور اس سے آپ کو سکون ملتا تھا، چنانچہ ایک حدیث مبارک میں چھ جہنمی عورتوں کا تذکرہ ہے، حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام تین دن الگ رہے، نہ کچھ گفتگو فرماتے تھے، نہ کسی بات کا زیادہ جواب دیتے تھے، بس خاموش رہتے، آنکھوں سے آنسو جاری رہتے، غمزدہ کیفیت رہتی، جب تین دن گذر گئے تو پھر حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے، پوچھا اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے غم کی حالت دیکھی نہیں جاتی، آپ بتائیں تو سہی کیا ہوا ہے؟ تب نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے امت کی ۶ عورتیں دکھائی گئیں جن کو جہنم میں عذاب ہو رہا ہے، اس میں بے پردہ عورت کو اس طرح عذاب ہو رہا تھا، زانیہ عورت کو اس طرح عذاب ہو رہا تھا، فلاں عورت کو اس طرح عذاب ہو رہا تھا، تو دیکھیں کہ امت کی عورتوں کے بارے میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا اور دل پر اتنا غم سوار ہوا کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الگ کمرے میں تین دن زندگی گذار رہے ہیں، تو مرد کی یہ فطرت ہے کہ جب بھی stress آئے گا، اس کا بات کرنے کو جی نہیں چاہے گا، وہ تنہائی پسند بن جائے گا، خاموش ہو جائے گا، وہ دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے، رشتے ناطوں سے دور ہو جاتا ہے، بیوی بچوں سے اس وقت بے گانہ ہو جاتا ہے، وہ غم بھلانے کے لئے یا غم کا حل نکالنے کے لئے از خود کوششیں کر رہا ہوتا ہے، اس وقت اس کا دماغ بہت سوچ میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور جب وہ اپنے مسئلہ کا حل نکال لیتا ہے تو پھر وہ اس چپ کی کنڈیشن سے باہر نکل آتا ہے، اس لئے یہ جو مرد کی stress response ہے اور اس کو جو چپ کا تالا لگ جاتا ہے یہ چیز عورت کے لئے بہت زیادہ miss guiding ہوتی ہے، عورت سمجھتی ہے کہ اب اس کو کوئی اور لڑکی پسند آ گئی ہوگی، اس لئے یہ چپ بیٹھا ہوا ہے، میسج بھی کر رہا ہوگا، ٹیلیفون کر رہا ہوگا، اب یہ اس کے بارے میں یہ سوچ رہا ہوگا، یہ تو مجھے چھوڑ دے گا، مجھے تو بس طلاق کے لفظ ہی اس سے سننے ہیں، اب مرد پہ کیا بیت رہی ہے وہ مرد جانتا ہے، مگر عورت اس کو

غلط سمجھنے کی وجہ سے الٹا مرد کا پیچھا کرنا شروع کردیتی ہے، اس سے جھگڑنا شروع کردیتی ہے، اس کی ٹوہ میں لگ جاتی ہے، اس کو کہتی ہے آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟ میں آپ کی بیوی ہوں آپ مجھے توجہ نہیں دے رہے، تو miss understand کرنے کی وجہ سے جھگڑا بن گیا، جب مرد stress کی کنڈیشن میں ہو اس وقت عورت کا آ کے اس سے بات کرنے پر اصرار کرنا مصیبت کو بلانے والی بات ہے، اس وقت تو مرد ایک درندہ کی طرح ہوتا ہے، وہ پھر پڑ جاتا ہے عورت کے پیچھے اور عورت اس کو مثال بنالیتی ہے کہ تمہارا یہ مزاج میں برداشت نہیں کرسکتی، یہ تو میری insult ہوگئی، میرا دل توڑ دیا، بھائی! آپ کو ضرورت ہی کیا تھی اس موقع پہ اپنے خاوند سے بات کرنے کی؟ آپ اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ انسان ہے، اس کے ساتھ نفع بھی ہے، نقصان بھی ہے، صحت بھی ہے، بیماری بھی ہے، انسان کے اوپر حالات اور کیفیات ادلتے بدلتے ہیں، تو کبھی stress کنڈیشن بھی آجاتی ہے، اس stress میں مرد کا یہ رسپونس ہوتا ہے جب مرد اس طرح react کررہا ہے تو آپ اس کے ساتھ پیار سے گفتگو کریں، یہ پوچھیں کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے یا میری ضرورت ہے؟ اگر وہ کہے نہیں i am ok, i am fine تو اس کے دو لفظ بتادیں گے کہ اس وقت وہ کہتا ہے کہ please dont disturb (برائے مہربانی مجھے تنہا چھوڑ دیں) تو آپ ایک طرف ہوجائیں۔ ہاں دو رکعت نفل پڑھ لیں، قرآن پاک پڑھ لیں، اللہ سے دعا مانگ لیں کہ اللہ! میرے زندگی کے ساتھی کو کوئی پریشانی لاحق ہوگئی، میرے مولیٰ! میں دامن پھیلا کر بیٹھی ہوں اس کی پریشانی کو دور کردے، اس کی پریشانی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی، اللہ! آپ تو بندوں پر بہت مہربان ہیں اللہ! آسانیاں نکال دیجئے، آپ کی دعا اس خاوند کے لئے ایک عجیب رحمتوں کا سبب بنے گی اور آپ دیکھیں گی کہ اس کا stress بھی ختم ہوجائے گا، اس کے دل کو سکون بھی مل جائے گا۔

عورت کی ایک خاص فطرت

یہ بھی سن لیجئے کہ عورت کے اوپر بھی stress آتا ہے، پریشانی آتی ہے، مگر عورت کی طبیعت ایسی ہے کہ جب یہ پریشان ہوگی تو یہ چپ نہیں رہے گی، یہ الٹا زیادہ بولنا شروع کردے گی، یہ اپنی ہر پریشانی کا تذکرہ خاوند سے کرے گی، بچوں سے کرے گی، ماں سے کرے گی، بہن سے کرے گی، پھوپھی سے کرے گی، سہیلی سے کرے گی، ایسا لگتا ہے کہ اس وقت عورت کا تقریر کرنے کو دل چاہتا ہے، جب عورت بولتی بولتی تھکنے کا نام نہ لے تو آپ سمجھ لیں کہ stress کنڈیشن (ذہنی پریشانی کی حالت) میں ہے،

وہ باتیں کرتی ہے اور اس کی reason یہ ہے کہ تبادلۂ خیالات کرنے سے عورت کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔

اس کی دلیل حدیث پاک میں بھی ملتی ہے، سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو جب پتہ چلا کہ میرے اوپر منافقین نے بہتان لگادیا تو انھوں نے فوراً نبی علیہ السلام سے اجازت مانگی کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی امی کے گھر چلی جاؤں اور جب وہ امی کے گھر گئیں تو انھوں نے جاتے ہی اپنی والدہ سے بات چھیڑ دی کہ یہاں تو یہ مسئلہ ہوگیا، والدہ نے تسلی دی کہ بیٹی! تم خوبصورت ہو اور جو خوبصورت عورتیں ہوتی ہیں ان کو اپنی سوکنوں کی طرف سے یہ غم برداشت کرنے پڑتے ہیں، تو ماں کی بات سے ان کو تسلی ہوگئی، کیونکہ وہ اپنے heart کو open کر (دل کو کھول) چکیں تھیں، اپنی بات ماں سے کرچکی تھیں، تو عورت پہ جب بھی stress کنڈیشن آئے گی اس کا باتیں کرنے کو دل کرے گا اور باتوں سے اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی حل نکالنا ہوتا ہے، بلکہ بات کرنے سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مجھے سن لو میں کیا کہنا چاہتی ہوں، مرد کو صرف اتنا کرنا پڑتا ہے کہ دس منٹ دے کر اس کی گفتگو کو تسلی سے سن لے، عورت اپنے میاں سے بہت خوش ہوجائے گی کہ میرا میاں مجھے understand کرتا ہے، میری بات کو سنتا ہے، اب اس کام کو کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ مردوں کے لئے یہ کوئی دستور نہیں کہ دو لفظ بیوی کے سنے اور تیسری بات پہ اسے جھڑک دیں، وہ انسان ہے، جیسے کھانے پینے کی اس کو ضرورت ہے ویسے ہی محبت پیار کے بول کی بھی ضرورت ہے، چنانچہ اگر کسی وقت وہ ایسی بات کر رہی ہو یا کرنا چاہتی ہو تو اس قت خاوند اپنی بیوی کو ٹائم دے، یہ بیوی کا شرعی حق ہوتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر خاوند بیوی کو اس وقت ٹائم نہیں دے گا تو پھر اس کا حل کیا نکلے گا؟ وہ اپنی کسی سہیلی کو فون کرے گی، اب سہیلی اگر اتنی دین دار نہ ہوئی تو وہ اس کو کوئی الٹا مشورہ دے گی، یا ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت کسی ایسے بندے سے بات کرے کہ جو رشتہ دار ہو مگر مرد ہو، تو شیطان کو تو اور موقع مل جائے گا، مرد یہ بات نوٹ کریں کہ جتنی شادی شدہ عورتیں بدکار بنتی ہیں وہ عموماً stress کنڈیشن میں مرد کے mis handle کرنے کی وجہ سے بنتی ہیں، ان کو stress کنڈیشن ہوتی ہے، وہ پریشان ہوتی ہیں، مرد اس کو ٹائم نہیں دیتا، اس کی بات نہیں سنتا، وہ اپنا دل کھولنا چاہتی ہے، تو جب بھی کسی غیر مرد کے سامنے ذرا سی بات کہے گی اور اگلا بندہ محبت کے دو بول بول دے گا تو شیطان اس کو وہیں پرنتھی کردے گا، تو سوچنے کی ضرورت ہے کہ مرد کی ذرا سی کوتاہی سے کبیرہ گناہ ہوجاتے ہیں، گھر اجڑ جاتے ہیں، اسی لئے

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی stress کنڈیشن کو سمجھنے کی کوشش کریں، کیونکہ اس پریشانی سے اس کو نکالنا غم میں سے نکالنا یہ ایک دوسرے کا شرعی حق ہوتا ہے، شریعت نے تو یہاں تک کہا کہ جو انسان کسی دوسرے مسلمان کے دل کو اچانک خوشی پہنچا دیتا ہے اللہ اس کی پچھلی زندگی کے سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، قربان جائیں شریعت پر، یہ کتنی خوبصورت ہے کہ اگر عام مومن کے دل کو خوش کرنے پر یہ اجر ملتا ہے، تو جو زندگی کی ساتھی ہے، جو بچوں کی ماں ہے، جس نے اپنی جوانی اپنے خاوند کی خاطر invest کر دی، اگر وہ دکھی حالت میں ہے، پریشان حالت میں ہے، اس وقت شوہر اس کے ساتھ دو منٹ دس منٹ بیٹھ کر اگر بات سن لے اور اس کا دل خوش ہو جائے اور اس پر اللہ راضی ہو جائے تو سوچئے پھر اللہ کو منانے کا اور آسان طریقہ کونسا ہو سکتا ہے؟ ہم جہاں شریعت کو نظر انداز کرتے ہیں وہیں اپنے لئے گڑھے کھود لیتے ہیں، پھر اس کا reflection (اثر) ہوتا ہے، ہماری زندگیوں میں جھگڑے ہوتے ہیں، گھر ٹوٹتے ہیں، طلاقیں ہوتی ہیں، بدمزگیاں ہوتی ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

آج کی محفل میں تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، ایک تو یہ کہ عورت بات کرتی ہے تو ہمیشہ اس کے الفاظ کے اندر چھپا ہوا معنی سمجھنا پڑتا ہے، یہ مرد کی ذمہ داری ہوتی ہے، وہ اس کو سمجھے۔ عورت کو بھی چاہئے کہ اگر مرد پوری توجہ سے بات نہیں سن رہا تو کلیر لفظوں میں بتا دے کہ میں یہ چاہتی ہوں، تاکہ آپ کو آپ کا مقصود مل جائے، دونوں طرف سے کوشش ہونی چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ stress کنڈیشن (پریشانی کی حالت) میں اگر مرد کسی وقت خاموشی اختیار کر جاتا ہے تو عورت کو قطعاً گھبرانے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ جیسے ہی اس نے اپنی پریشانی کا کوئی حل ڈھونڈا یا اس کے ذہن سے غم کی کیفیت ختم ہوئی وہ فوراً واپس آئے گا اور اسی محبت سے آئے گا جس محبت سے وہ پہلے بیوی کے ساتھ ملتا تھا، مرد کی محبت میں فرق نہیں پڑتا، صرف غم کی کنڈیشن میں اس وقت وہ کہتا ہے کہ مجھے تنہائی چاہئے، لہٰذا آپ پریشان نہ ہوا کریں، ٹینشن نہ لیا کریں، مرد کو تھوڑا سا ٹائم دے دیا کریں، جو آج دو لفظوں میں بات کر رہا ہے ایک دن کے بعد مسکراتا ہوا پھول کا تحفہ لے کر آئے گا اور آپ کو کہے گا How are you, I miss you, I love you (میں تم سے پیار کرتا ہوں) اتنی سی بات ہوتی ہے۔ تو آپ تھوڑا سا وقت اس کو stress کنڈیشن سے نکلنے کے لئے دیا کریں اور پھر اللہ سے دعا مانگا کریں کہ اللہ اس کے لئے ان غموں سے نکلنا آسان کر دے، مرد کو چاہئے کہ عورت اگر کسی وقت اس سے ٹائم مانگے کہ مجھے آپ سے بات کرنی

ہے، مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے تو اس کو معمولی نہ سمجھیں، جب عورت یہ کہہ رہی ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا دل پریشان ہے، وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہے، اس کو سکون نہیں، اطمینان نہیں، اس کو چین نہیں آرہا ہے، اب اگر بیوی یہ کنڈیشن میاں کو نہیں بتائے گی تو کس کو بتائے گی؟ اور اگر مرد miss handle کرے گا تو اپنا گھر خود برباد کرے گا، لہٰذا بیوی کی بات سننا چاہئے، فقط سن لینے سے ہی اس کے غم ہلکے ہوجاتے ہیں، ضروری نہیں ہوتا کہ آپ بات سنیں تو کوئی حل بھی نکال کے دیں، اس لئے خاوند کو ہمیشہ ایک اچھاlistener (سننے والا) بننا چاہئے کہ وہ بات کو سن لے، ساری زندگی تو وہ بے چاری سنتی ہے، اگر پریشانی میں ہم نے اس کی سن لی تو کیا حرج ہوگیا؟ لہٰذا مرد بات کو سنے، تسلی کے دو بول بول دے، مٹھاس کے دو بول بول دے، اس سے عورت کا دل خوش ہوجاتا ہے، اس پر اللہ رب العزت خوش ہوجاتے ہیں، چنانچہ یہ تین باتیں اگر ہم سمجھ لیں تو ہمارے گھروں کی صورت حال میں جھگڑے کی کنڈیشن نہیں پیدا ہو پائے گی، اللہ تعالیٰ ان جھگڑوں سے ہمیں نجات عطا فرمائے، محبت سکون کی زندگی نصیب فرمائے اور ہمیں اپنی زندگی اپنی رضا کے مطابق گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆

مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی ✷

''حیات نعمانی'' میری نظر میں

[راقم سطور کی خواہش کی تھی کہ الفرقان کے صفحات میں برادر گرامی مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی تازہ تصنیف ''حیات نعمانی'' کے بارے میں کسی صاحب نظر کے تأثرات محفوظ ہوجائیں، چنانچہ اس کے لئے محترم مولانا عتیق احمد بستوی سے گذارش کی، یہ راقم بے حد ممنون ہے کہ انھوں نے اپنی گوناگوں علمی وتدریسی مصروفیات کے باوجود یہ گراں قدر مضمون تحریر فرمادیا، ملاحظہ فرمائیے—— مدیر]

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ بیسویں صدی عیسوی کی ان بلند قامت اثر انگیز شخصیات میں سے تھے جن کی حیات وخدمات کا تذکرہ کئے بغیر بیسویں صدی عیسوی میں برصغیر کی علمی ودینی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی، خصوصاً تقسیم مُلک کے بعد پیدا ہونے والے سنگین حالات میں انہوں نے جس فکرمندی، سیماب وشی اور جہد ومجاہدہ کے ساتھ مسلمانان ہند کی دینی وملی رہنمائی کی، مسلمانوں کی نئی نسل کو دین وایمان پر باقی رکھنے اور عصری تعلیم سے آراستہ نوجوانوں کو فکری اور ذہنی ارتداد سے بچانے کی جوان تھک کوششیں کیں انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، ان کی متعدد کتابوں خصوصاً ''اسلام کیا ہے؟'' نے مقبولیت اور کثرت اشاعت کے ریکارڈ توڑ دیئے، عام فہم اور سادہ انداز میں ان کی تصنیفات نئی نسلوں کے دلوں میں ایمان کی جڑیں مضبوط کرنے اور صحیح دینی شعور وفہم پیدا کرنے میں انتہائی کامیاب ثابت ہوئیں۔ ان کا جاری کردہ رسالہ ''ماہنامہ الفرقان'' (جو الحمد للہ اب بھی جاری ہے) ایک ماہنامہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک بھی تھا، ماہنامہ الفرقان نے اپنے قارئین کی ذہن سازی، دین کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی اور ہر نازک موڑ پر ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی میں بڑا اہم کردار ادا کیا، اس کی بزم تحقیق وصحافت سے کتنے اہل قلم متعارف اور معروف ہوئے۔

✷ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، وصدر معهد الشريعة (لکھنؤ)

نوے سال سے زائد عمر گزار کر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ان کی جہد مسلسل اور عمل پیہم سے بھری بامقصد زندگی نئی نسل کے لئے روشنی کا عظیم مینار ہے۔دین وملت کے لئے ان کا درد وکرب،اِصلاحِ امت کے لئے انکی تڑپ،مسلمانوں کو سربلند اور با عزت دیکھنے کے لئے انکی تدبیریں اور فکرمندیاں اس ملت کا عظیم سرمایہ ہیں،ان کا حق اور قرض تھا کہ ان کی مکمل سوانح حیات پوری احتیاط اور تحقیق کے ساتھ لکھی جائے،اس عظیم کام کے لئے اکثر اہل علم کی نگاہیں حضرت مولانا نعمانیؒ کے فرزند اکبر حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی دامت برکاتہم (مقیم لندن) کی طرف بار بار اٹھتی تھیں۔اور مولانا موصوف سے اہل علم کا مسلسل تقاضا تھا کہ وہ حیاتِ نعمانی کی تصنیف فرمائیں۔اللہ جل شانہٗ کا بے پایاں شکر واحسان ہے کہ ’’حیاتِ نعمانی‘‘۔جسکا اہل علم کو مدت سے انتظار تھا،پایۂ تکمیل کو پہنچی اور ۱۷/مارچ ۲۰۱۳ء کو لکھنؤ میں ایک بڑی پروقار تقریب میں چوٹی کے اہل علم وفکر کی موجودگی میں اس کتاب کا اجراء عمل میں آیا۔

کتاب کا تعارف

حیاتِ نعمانی الفرقان بکڈپو،نظیرآباد لکھنؤ سے ۶۹۲ صفحات میں شائع ہوئی ہے،کمپوزنگ، کاغذ اور طباعت ہر چیز معیاری ہے،ٹائٹل دیدہ زیب ہے،مصنف نے کتاب کا انتساب ملت اسلامیہ کے نام کیا ہے،جس سے کتاب کی معنویت آشکارا ہوتی ہے،صفحہ ۵ سے صفحہ ۱۴ تک فہرست مضامین ہے، مصنف نے کتاب کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے،فہرست کتاب کے بعد مصنف کتاب کے قلم سے آٹھ صفحات (۱۵ تا ۲۲) وقیع مقدمہ ہے،مقدمہ کے بعد ’’ہدیۂ تبریک‘‘ کے عنوان سے حضرت مولانا نعمانیؒ کے فرزند اصغر مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی کے قلم سے چھ صفحات (۲۳ تا ۲۸) کی پُرمغز تحریر ہے،کتاب کے حصہ اول کو مصنف نے ۱۴/ابواب پر تقسیم کیا ہے،وہ ابواب اس طرح ہیں:

پہلا باب: وطن سنبھل،خاندان،پیدائش،تعلیم (۲۹ تا ۶۲)

دوسرا باب: درس وتدریس اور دین حق کا دفاع (یعنی مناظرانہ معرکوں کی جھلکیاں) (۶۳ تا ۹۸)

تیسرا باب: الفرقان: اخلاص واستقامت کی یادگار (۹۹ تا ۱۲۰)

چوتھا باب: مولانا مودودی سے جماعت اسلامی تک (۱۲۱ تا ۱۴۸)
پانچواں باب: خانقاہ رائے پور سے حضرت مولانا محمد الیاسؒ تک (۱۴۹ تا ۱۶۲)
چھٹا باب: مادرِ علمی دیوبند کی خدمت کا دور۔ اور ایک منفرد کردار (۱۶۳ تا ۱۷۸)
ساتواں باب: آزادی کے بعد ملّی مسائل وتقاضے اور آپ کا فکری وعملی کردار (۱۷۹ تا ۲۰۰)
آٹھواں باب: معذوری کا ۲۰ سالہ دور اور اس کے سبق آموز احوال (۲۰۱ تا ۲۱۲)
نواں باب: تصنیفات وتالیفات (۲۱۳ تا ۲۳۸)
دسواں باب: بیرون ہند کے اسفار وافادات (۲۳۹ تا ۳۳۴)
گیارہواں باب: ملفوظات، مکتوبات اور خطابات (۳۳۵ تا ۳۹۰)
بارہواں باب: مذاق ومزاج، عادات ومعمولات، ازواج واولاد (۳۹۱ تا ۴۳۴)
تیرہواں باب: بندہ اپنے رب کے بُلاوے پر (۴۳۵ تا ۴۵۸)
چودھواں باب: کچھ خاص رشتوں کے معاصرین (۴۵۹ تا ۴۹۸)۔ اس باب میں آٹھ شخصیات کا تذکرہ ہے، جن میں سے بعض مولانا مرحوم کے خورد اور بعض ان کے بزرگ اور بعض انکی ہم پایہ شخصیتیں ہیں، انکے اسماء گرامی یہ ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ۔ مولانا ابوالوفا شاہجہانپوریؒ۔ مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ۔ مولانا نسیم احمد فریدیؒ۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔ سید صوفی عبدالرب صاحب اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد۔

کتاب کا حصۂ دوم ''بندگان حق کی یافت'' کے عنوان سے ہے؛ جو صفحہ ۴۹۹ سے شروع ہوکر ۶۶۴ پر ختم ہوتا ہے، اس حصہ سے متعلق مرتب کتاب نے بطور تمہید درج ذیل سطریں لکھی ہیں۔

> ''یہ حصہ خود حضرت صاحب سوانح کے قلم سے الفرقان میں نکلے ہوئے ۱۴ مضامین پر مشتمل ہے، اور جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، یہ اللہ کے ان بندگان خاص کے مناقب واوصاف کے بیان میں ہے جن سے ربط واستفادہ کا، یا کم سے کم زیارت کا موقع آپ کو حاصل ہوا، کہا جاسکتا ہے کہ یہ آپ کی نظر میں ''حاصل زندگی'' تھا، کہ ان خاصان خدا کی بارگاہ میں نہ صرف حاضری، نہ صرف استفادہ بلکہ نگاہ کرم والتفات کی عزت بھی میسر آئی۔'' صفحہ ۵۰۰

حصۂ دوم میں چودہ بلند پایہ شخصیات کا اثر انگیز تذکرہ ہے جنہوں نے حضرت مولانا نعمانیؒ کی شخصیت پر گہرے اثرات چھوڑے وہ شخصیات درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ (۵۰۳ تا ۵۰۶)۔(۲) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمانؒ (۵۰۷ تا ۵۰۹)۔(۳) حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ (۵۱۰ تا ۵۱۴)۔ (۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۵۱۵ تا ۵۴۴) (۵) حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (۵۴۵ تا ۵۶۴) (۶) حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ (۵۶۵ تا ۵۷۶) (۷) حضرت مولانا محمد الیاسؒ (۵۷۷ تا ۵۸۴)۔(۸) حاجی عبد الرحمان صاحب نومسلمؒ (۵۸۵ تا ۵۹۰)۔(۹) حضرت مولانا حسین علی شاہ صاحب مجددیؒ (۵۹۱ تا ۵۹۶)۔(۱۰) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۵۹۷ تا ۶۱۰)۔ (۱۱) حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ (۶۱۱ تا ۶۲۰) ۱۲۔(۱۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ (۶۲۱ تا ۶۳۸)۔(۱۳) حضرت حاجی عبد الغفور جودھپوریؒ (۶۳۹ تا ۶۵۵)۔ (۱۴) حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب فاروقیؒ (۶۵۶ تا ۶۶۴)۔

کتاب کے اخیر میں الفرقان میں شائع شدہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے مضامین کا اشاریہ ہے جسے حضرت مولانا نعمانی سے خصوصی تعلق رکھنے والے (اوران کے خلیفۂ مجاز) جناب قطب الدین ملاّ مرحوم نے بہت محنت سے تیار کیا ہے، یہ اشاریہ صفحہ ۶۶۵ سے شروع ہوکر ۶۹۲ پر ختم ہوتا ہے، یہ بھی بہت ہی مفید چیز ہے، اور آئندہ حضرت مولانا نعمانیؒ پر تحقیق کرنے والوں کیلئے انتہائی کام کی چیز ہے، اس اشاریہ کو پڑھنے سے اندازہ لگتا ہے کہ اگرچہ حضرت مولانا نعمانیؒ کی اکثر تحریریں کتابی صورت میں شائع ہوچکی ہیں لیکن ان کے مضامین کی بہت بڑی تعداد اب بھی کتابی صورت اختیار نہیں کرسکی؛ بلکہ الفرقان کی فائلوں میں بہت سے بیحد قیمتی مضامین موجود ہیں، اس کی ضرورت ہے کہ مولانا مرحوم کے ان مضامین کو جو اَب تک کتابی صورت میں نہیں آسکے موضوعات کے اعتبار سے کتابی صورت میں مرتب کردیا جائے، نگاہ اولیں کے عنوان سے الفرقان کے اداریئے بیحد فکر انگیز اور معلومات افزا ہیں، یاد رفتگاں کے عنوان سے وفیاتی مضامین بھی بڑے قیمتی ہیں، اِسی طرح دینی اور ملی مسائل پر مولانا کی سلجھی ہوئی تجزیاتی تحریریں اپنے اندر کافی سامان بصیرت رکھتی ہیں۔ ان سب کو کتابی شکل میں مرتب اور شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

کتاب کی چند خصوصیات

حیات نعمانی اردو کے سوانحی ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے، اردو زبان میں سوانح کی مختصر سے مختصر فہرست میں بھی یہ کتاب شامل کی جائیگی، زبان و بیان، اسلوب ادا، معلومات و مشتملات ہر جہت سے یہ ایک کامیاب سوانح ہے، اس کتاب سے نہ صرف صاحب سوانح کی حیات وخدمات کے تابندہ نقوش اجاگر ہوتے ہیں، بلکہ بیسوی صدی عیسویں کی دینی، دعوتی اور ملی تاریخ کی بہت سی گم شدہ کڑیاں بازیاب ہوتی ہیں، آئندہ نسلوں کے لئے فکر وعمل کی بہت سی قندیلیں روشن ہوتی ہیں، میرے نزدیک کتاب کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱) اس کتاب کا کم وبیش ستر فیصد مواد خود صاحب سوانح کے قلم سے ہے، یا ان کی تحریرات سے ماخوذ ہے کسی بھی شخصیت کے سوانحی خاکہ کیلئے سب سے قابل اعتماد ذریعہ خود اس شخصیت کے بیانات و تحریرات ہیں، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اپنی حیات اور سیرت کے بارے میں مختلف مناسبتوں سے الفرقان کے شماروں میں بہت کچھ لکھا تھا، مرتب کتاب حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب نے الفرقان کی فائلوں اور مولانا مرحوم کی تحریرات و بیانات کو کھنگال کر یہ سارا مواد اکٹھا کیا، اور اسے بڑی سلیقہ مندی اور مہارت سے اس کتاب میں سجادیا، باقی بیس تیس فیصد معلومات خود مرتب کتاب کے مشاہدات یا صاحبِ سوانح سے انتہائی قریبی تعلق رکھنے والوں کے مشاہدات و بیانات پر مبنی ہیں، اس لئے کتاب کی معلومات کے استناد پر زیادہ گفتگو نہیں کی جاسکتی۔

(۲) مرتب کتاب صاحب سوانحؒ کے فرزند اکبر ہیں، انہیں بچپن سے صاحب سوانح کا قرب واعتماد حاصل رہا اور صاحب سوانح کے علمی اور فکری کاموں میں شریک و معاون رہے، ایک طویل عرصہ تک الفرقان کی ادارت انہی کے ذمہ رہی، صحت کی خرابی کی وجہ سے لندن منتقل ہونے کے بعد بھی اپنے والد ماجدؒ سے انکا مسلسل رابطہ رہا، اور ماہنامہ الفرقان انکی نگارشات سے فیضیاب ہوتا رہا، صاحب سوانحؒ سے انہیں ذوق ومذاق کی بھی حد درجہ مناسبت ہے، مبالغہ، مدح آرائی اور خودستائی سے وہ کوسوں دور ہیں، اسلئے سوانح پر اختصار، احتیاط اور اعتدال کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے معتقدین ومتوسلین یہ شکوہ تو کرسکتے ہیں کہ مرتب کتاب نے صاحب سوانح کے محامد وکمالات اور کارناموں کو پورے طور پر اُجاگر نہیں کیا

(خصوصاً وہ حضرات جو بزرگوں کی سوانح میں ایک خاص قسم کی زبان، اصطلاحات اور القاب کے عادی ہیں) لیکن حیات نعمانی کے بارے میں کسی ناقد کے لئے یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ مصنف چونکہ صاحب سوانح کے فرزند ہیں اسلئے انہوں نے انکے حالات و کمالات کو بڑھا چڑھا کر لکھ دیا ہے اور مبالغہ اور غلو سے کام لیا ہے۔

(۳) حیات نعمانی ماضی کے واقعات کی صرف کھتونی نہیں ہے، یہ کتاب ماضی میں اپنے بزرگوں کی خدمات، جدو جہد اور فکر مندیوں پر روشنی ڈالتی ہے، حال کا آئینہ دکھاتی ہے اور مستقبل کے بارے میں منصوبہ بندی کے لئے اہم بنیادیں فراہم کرتی ہے، ویسے تو پوری کتاب اہل علم کے لئے سرمایہ بصیرت ہے؛ لیکن بارہویں باب میں مرتب کتاب نے حضرت مولانا نعمانیؒ کی شخصیت کا عطر کشید کر دیا ہے۔ بارہویں باب میں ''مذاق ومزاج، عادات ومعمولات'' کے تحت مرتب نے جو کچھ لکھا ہے؛ یہ انہی کا حصہ ہے؛ مولانا نعمانیؒ کی شخصیت کا اتنا خوبصورت اور کامل تجزیہ وہی کر سکتے تھے، اسی طرح کتاب کے حصہ دوم ''بندگان حق کی یافت'' کے عنوان سے حضرت مولانا نعمانیؒ کی تحریریں تاثیر و تاثر میں ڈوبی ہوئی ہیں، مولانا نعمانی مرحوم نے اپنے اساتذہ ومشائخ اور بزرگوں کا تذکرہ بہت ڈوب کر لکھا ہے اور ان شخصیات کی خصوصیات اور امتیازات پر بڑی بلاغت اور جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، ہر شخصیت پر انکی مختصر تحریر کامل سوانح کی قائم مقامی کرتی ہے، اس وجہ سے کتاب کا یہ حصہ دوم اردو کے سوانحی ادب میں بیش قیمت اضافہ ہے۔

(۴) اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ مرتب کتاب نے حیات نعمانی کے ان گوشوں پر جو کافی نازک اور کسی حد تک نزاعی ہیں، کافی احتیاط اور اعتدال کے ساتھ روشنی ڈالی ہے ان نازک مقامات سے وہ بہت سلامت روی کے ساتھ گزرے ہیں، ان مقامات پر ایک قاری کو تشنگی اور اجمال کا احساس ہوسکتا ہے؛ لیکن یہ اجمال اس تفصیل سے بہتر ہے جس سے اختلافات کو ہوا ملے اور قارئین نزاعی بحثوں میں الجھ کر کتاب کی اصل روح اور پیغام سے غافل ہو جائیں۔

جماعت اسلامی میں حضرت مولانا نعمانیؒ کی شمولیت پھر اس سے علاحدگی مولانا مرحوم کی زندگی کے اہم ترین واقعات میں سے ہیں، ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم کی سوانح میں انکی زندگی کے اس گوشہ پر روشنی ڈالنا ناگزیر تھا، کتاب کا چوتھا باب اسی موضوع پر ہے؛ مرتب کتاب نے بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس موضوع کے گوشوں کو روشن کیا ہے اس باب میں انصاف واعتدال کے کئی اچھے نمونے موجود ہیں ،مرتب کتاب کا درج ذیل تجزیہ بھی امت مسلمہ کے ذہین اور حوصلہ مند نوجوانوں کے لئے بڑا چشم کشا اور

بصیرت افروز ہے:

''اس سے ایک رہنما مثال ہم بعد والوں کے لئے یہ قائم کرنا تھی کہ جب سر پہ بڑے، بلکہ انکا ایک پورا خاندان موجود ہو اور اسکے ساتھ اعتماد واحترام کا تعلق بھی ہو تو محض اپنے فہم وفکر کی رہنمائی میں کوئی جدا دینی راہ عمل اختیار کرنا ایک پر خطر طرز عمل ہے، اپنے بڑوں کے وسیع خاندان کے ساتھ جس احترام کا تعلق آپ کا، روز اول سے، رہا تھا اور ان بزرگوں کی طرف سے شفقت واعتماد کا جو ایک قابل فخر معاملہ آپ کے ساتھ تھا اسکے شواھد کی کوئی گنتی نہیں ہے، (ان میں سے بعض اوپر آ بھی چکے ہیں، اور الفرقان کے صفحات میں تو پھیلے پڑے ہیں ''تحدیث نعمت'' میں ان کا ایک خاصا حصہ جمع ہو چکا ہے۔''

اور آگے اس سوانح کا جز بھی وہ انشاء اللہ بنے گا) اس صورت حال میں آپ کے ساتھ ایک تربیتی معاملہ اس موقع پر پیش آنا کچھ بعید از قیاس نہیں رہتا، تربیت غالباً مکمل ہو چکی تھی کہ ایک خضرِ وقت کے دل کو آپ کی طرف متوجہ فرمایا گیا اور پھر دل بول اٹھا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا. ص ۱۴۲''

مرتب کتاب حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی دامت برکاتہم سے زیادہ صراحت ووضاحت کے ساتھ خود صاحب سوانح نے الفرقان کے وفیات نمبر ۱۹۷۷ء میں اپنے بارے میں یہ بات تحریر فرمائی ہے:

''اپنی رائے اور اپنے فہم وفکر پر زیادہ اعتماد اور اس کے ساتھ فیصلہ اور اقدام میں جلد بازی بھی میری بری عادتوں میں سے رہی ہے، اور اس نے زندگی میں بڑی بڑی غلطیاں کرائی ہیں، لیکن احساس ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے رجوع اور اصلاح کی بھی توفیق دی **فللّٰہ الحمد ولہ الشکر**۔ اگر میں نے کبھی کوئی ایسی بات لکھی یا کہی ہے، یا کوئی ایسا اقدام کیا ہے جو علماء راسخین و ربانیین کی عام رائے کے خلاف ہے تو اس کو غلط اور مرجوع منہ سمجھا جائے ص ۴۵۴''

(۵) کتاب کا تعارف اور اس پر تبصرہ ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین الفرقان کو شریک مطالعہ کرنے کے لئے کتاب کے ایک دو اقتباسات نقل کر دیئے جائیں جو مولانا مرحوم کی بعض اہم خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہیں اور قارئین کے لئے اسمیں عبرت وبصیرت کے بعض پہلو ہیں۔ بارہویں

باب کے شروع میں مرتب کتاب تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کی زندگی کی سب سے نمایاں خصوصیت سراپا مقصدیت اور اسکے مطابق مشغولیت تھی، عمر کا کوئی لمحہ اُنہیں ضائع کرتے اور کسی ایسے کام میں صرف کرتے نہ پایا جس کے بارے میں خیال ہو سکے کہ آخرت میں کام آنے والا نہیں ہے، متعدد اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت سے ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ حشر میں آدمی کو چار سوالوں کا سامنا کئے بغیر چھٹکارا نہیں ملے گا، (۱) عمر کا ہے میں خرچ کی؟ (۲) اللہ کی دی ہوئی قوتوں (خاص کر جوانی کی قوتوں) کا کیا مصرف رہا؟ (۳) جو علم پایا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ (۴) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ مال کے بارے میں تو انکے والد ماجدؒ کی دعا تھی کہ اے اللہ دولت تو اس کے پاس کبھی نہ ہو، پر اس کا کام بھی کبھی نہ رکے، اور یہ دعاء جو انہوں نے اپنے اس بیٹے کے لئے جو انہیں بہت ہی عزیز تھا، عزیز تر ہونے ہی کے بنا پر بیت اللہ الحرام کے روبرو مانگی تھی، وہ زندگی بھر ان پر سایہ کئے رہی، اسلئے مال کے بارے میں تو بظاہر ایسا کوئی خاص سوال ہونے کی نوبت نہیں آتی، والعلم عند اللہ، البتہ عمر انہیں بھرپور عطا ہوئی (۱۳۲۳ھ تا ۱۴۱۷ھ ۱۹۰۵ء تا ۱۹۹۷ء) جسمانی قوت کے لحاظ سے بھی وہ سوائے آخری دس پندرہ سال کے نہایت خوش نصیب لوگوں میں تھے، اور علم کے باب میں تو ان پر اللہ کا احسان عظیم تھا، مگر انکی زندگی کی جس نمایاں خصوصیت سے بات شروع ہوئی وہ جیسے اللہ نے انہیں ان ہی تینوں سوالوں سے سرخ رو ہو کر نکلنے کے لئے بخشی تھی۔ ص ۳۹۱''

مرتب کتاب ''مردکار'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''وہ اپنی جبلت کے اعتبار سے مردکار تھے، ہر مشغلہ کو افادیت کی ترازو میں تولنا ان کا طبعی مزاق تھا، جہاں ٹھوس اور کھری افادیت نہ ہو ادھر کو انکی طبیعت راغب ہی نہ ہوتی تھی، راقم السطور نے جب سے ہوش سنبھالا بندوق کے شکار کو اپنے گھرانے (دادا جان کی اولاد) کا ایک عمومی شوق پایا، مگر معلوم ہوتا ہے والد ماجد نے اس میں کبھی دل چسپی نہ لی ورنہ ہم کبھی تو دیکھتے کہ سنبھل آئے تو ایک آدھ دن اس تفریح کے لئے بھی چلے گئے، ہمارے لئے تو سنبھل پہنچ کر ممکن نہ رہتا تھا کہ اس شوق کا شکار نہ ہوں۔ ص ۳۹۲''

مرتب کتاب حضرت مولانا نعمانیؒ کی ایک اور اہم ترین خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمہ تن کام ہی کے اس مزاج نے انہیں وقت کے معاملے میں بیحد حساس بنادیا تھا، طبیعت طبعاً خشک نہ تھی، اس کو تمام قریبی تعلق والے جانتے تھے، لیکن بے ضرورت ایک منٹ بھی کسی کو دینا انہیں اپنے وقت کا ضیاع معلوم ہوتا تھا، چنانچہ انکے یہاں مجلس نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی کہ اس میں نشست اور گفتگو کو انکے ''معیار'' ضرورت کا پابند بنایا جانا مشکل؛ البتہ بعد عصر کے لئے دروازہ پر لکھوادیا تھا کہ کوئی ملنے آنا چاہے تو اس وقت آجائے کہ یہ وقت عام طور پر کسی خاص مصروفیت کا نہیں ہوتا تھا اور اہل تعلق اس وقت کو بہت غنیمت جان کر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے، خاص طور سے ندوۃ العلماء کے بعض اساتذہ اور انکی وجہ سے ایک غیر رسمی قسم کی مجلس اس وقت میں ہوجاتی۔ ص ۳۹۴''

☆☆☆

برائے کرم

جن حضرات کے پاس حیات نعمانی کا پہلا ایڈیشن ہے

وہ ''صفحہ ۳۲۵''، سطر ۵ میں جو عبارت چھوٹ گئی ہے اسے بڑھالیں، یہ سطر یوں شروع ہوتی ہے: **نائب کی حیثیت سے انقلاب کے عنوان** ....

اس کے آگے جو عبارت چھوٹ گئی ہے وہ یہ ہے:

نائب کی حیثیت سے انقلاب کے عنوان سے . . . . . ''جو جہاد شروع کررکھا ہے، اس کا خاص ہدف عراق کے عقباتِ عالیہ (شیعہ حضرات کے اماکنِ مقدّسہ کربلا، نجف اشرف، مشہد امیر المؤمنین وغیرہ کے بعد حرمین شریفین ہیں......''